ایمان کی اہمیت
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ

ایمان کی اہمیت

افادات

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی زید مجدہ

مرتب

مولانا محمد حنیف نقشبندی

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

NEW DELHI-110002

ایمان کی اہمیت

افادات: محبوب العلماء والصلحاء، عارف باللہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی زید مجدہ

مرتب: مولانا محمد حنیف نقشبندی

باهتمام: محمد ناصر خان

ناشر

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2

Phones: 23247075, 23289786, 23289159 Fax: 23279998 Res.: 23262486

IMAN KI AHMIYAT

by: **Hazrat Maulana Pir Zulfaqar Ahmad Sahab Naqshbandi**

Compiled by: **Maulana Hanif Naqshbandi**

Edition : **2010** Pages : **96**

Price: 30/-

Our Branches:

Delhi: Farid Book Depot (P) Ltd.
422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 Ph.: 23256590

Mumbai: Farid Book Depot (P) Ltd.
216-218, Sardar Patel Road, Near Khoja Qabristan,
Dongri, Mumbai-400009 Ph.: 022-23731786, 23774786

Printed at: Farid Printing Press, Delhi

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

☆☆☆☆

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

عرضِ ناشر (اول)

ایک مومن کی سب سے قیمتی متاع اس کا ایمان ہے۔ حتیٰ کہ اس کے مال، اس کی جان اور اس کی عزت سے بھی زیادہ قیمتی ہے، اور قیمتی کیوں نہ ہو کہ یہی تو وہ نعمت ہے جو اگر کسی کے پاس رتی بھر بھی ہو تو وہ آقائے نامدار خیر الخلائق سید المرسلین محبوبِ یزدانی حضرت محمد ﷺ کی شفاعت سے بہرہ مند ہوگا اور نہ ہو تو ان کی شفاعت سے محروم ہو جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی ہولناکیوں میں بھٹکنا اس کا مقدر بنے گا۔

ہائے افسوس کہ جس قدر یہ قیمتی چیز ہے اسی قدر آج کا مسلمان اس کی حفاظت سے غافل ہے۔ آج عامۃ الناس کی ایک اکثریت ایسے جہلاء پر مبنی ہے جن کی ساری فکر دال روٹی کے گرد ہی گھومتی ہے، ایمان و نظریات سے انہیں دور کا بھی واسطہ نہیں، چنانچہ اپنی جاہلیت کی بنا پر کبھی ایسے ایسے جملے بھی بول جاتے کہ ایمان کی دولت سے تہی دامن ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دوسری اکثریت بھی ہے جس میں بڑے بڑے پڑھے لکھے، دانشور، جینیئس اور Talented (ذی استعداد) قسم کے لوگ شامل ہیں لیکن نہیں سمجھتے کہ ایمان کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟ چنانچہ ایسے ان کے گمراہ کن نظریات اور ایسی ان کی باتیں ہوتی ہیں کہ بیچارے ایمان سے محروم ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کا ایمان خراب کرنے پر بھی کمربستہ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی پرفتن دور کے بارے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ ایک شخص رات کو سوئے گا تو ایمان والا ہوگا صبح اٹھے گا تو ایمان سے محروم ہوگا، اسی طرح صبح اٹھے گا تو ایمان والا ہوگا اور رات کو کافر ہو چکا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی

سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اس پر آشوب دور میں اہل اللہ کا سایہ اور ان کی صحبت ایمان کا حفاظت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ ان کے پاس جائیں تو وہ ہمیں ایمان کی اہمیت کا احساس دلاتے ہیں، اور اس نعمت کی قدر ہمارے دل میں پیدا کرتے ہیں۔ وہ ہمیں ان چور راستوں سے آگہی دلاتے ہیں جن سے ایمان کے ڈاکو اس دولت کو لوٹ کرلے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے حضرت اقدس حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم بھی وقتاً فوقتاً اپنی مجالس میں اس حوالے بات کرتے رہتے ہیں۔ اس سال بھی شعبان ۱۴۳۰ھ میں معہد الفقیر الاسلامی جھنگ میں منعقد ہونے والی علما طلبا کی خصوصی تربیتی مجالس میں تین گھنٹے کا ایک جامع بیان اسی موضوع پر ارشاد فرمایا۔ چونکہ علما کی مجلس تھی اس لیے حضرت کا بیان بھی بہت پر مغز، علمی اور مدلل تھا۔ مقصد یہ تھا کہ آنے والے علما اور طلبا کی ایسی ذہن سازی کی جائے کہ وہ خود اپنے ایمان کی بھی حفاظت کریں اور دوسروں کے ایمان بچانے کی بھی فکر کریں۔ اس بیان کی اہمیت کے پیش نظر مکتبۃ الفقیر نے خصوصی طور پر اس کو شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محمد حنیف صاحب کو کہ انہوں نے بڑی محنت سے اس کو ترتیب دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور اسے ان کے لیے اور مکتبہ کے جملہ احباب کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین ثم آمین۔

ڈاکٹر شاہد محمود نقشبندی عفی عنہ
خادم
مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد

نوٹ: ناشر ثانی کا اعزاز (ہندوستان میں) **فیصل انٹر نیشنل دهلی** کو حاصل ہوا ہے۔

ایمان کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ۝
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ایمان والوں کو دعوتِ ایمان:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ

''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔''

مفسرین نے اٰمِنُوْا کا ترجمہ اِتَّقُوْا سے کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اے زبان سے کلمہ پڑھنے والو! اب دل سے بھی اس کو تسلیم کر لو۔

اس آیت میں ایمان والوں سے خطاب ہے۔ کافروں سے نہیں، منافقوں سے نہیں، مشرکوں سے نہیں۔

یہ نہیں کہا...... یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
یہ نہیں کہا...... یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا
یہ نہیں کہا...... یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ نَافَقُوْا

بلکہ فرمایا:

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

اے وہ لوگو! جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کو ماننے کا اقرار کر چکے ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ۔ گویا اس آیت میں ایمان والوں کو دعوت ایمان دی جا رہی ہے۔ آج اگر کسی کو نصیحت کی جائے تو کہتے ہیں: کافروں کو جا کر نصیحت کرو، ہم تو ایمان والے ہیں۔ اس آیت میں ایمان والوں کو کیا کہا جا رہا ہے؟ ایمان والوں کو دعوتِ ایمان مل رہی ہے۔

صورتِ ایمان اور حقیقتِ ایمان:

چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت ہوتی ہے۔ عجائب گھر میں کئی دفعہ دیکھا ہے کہ ایک شیر کی کھال میں انہوں نے کچھ بھر کر اسے وہاں رکھا ہوتا ہے۔ وہ اس کی ممی ہوتی ہے۔ ہو بہو شیر کی شکل ہوتی ہے۔ دانت بھی ہوتے ہیں، آنکھیں بھی ہوتی ہیں، کان بھی ہوتے ہیں، منہ بھی ہوتا ہے۔ سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن اس صورتِ شیر کو دیکھ کر نہ تو کسی پر خوف طاری ہوتا ہے اور نہ کوئی گھبراتا ہے۔ جو بھی وہاں جاتا ہے وہ اس شیر کی دم پکڑتا ہے، اس کے دانتوں کو ہاتھ لگاتا ہے اور کئی تو اس کے اوپر بھی چڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ شیر کی فقط صورت ہی ہوتی ہے۔ اس صورت کی وجہ سے بندے کے اوپر وہ کیفیت نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس ایک بندہ جنگل سے گزر رہا تھا۔ اچانک اس کے سامنے شیر آ گیا۔ اب اس بندے کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پسینہ آ گیا، گھبرا گیا، اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ اس کی یہ کیفیت کیوں بنی؟ اس لیے کہ حقیقت سامنے آ گئی۔

ایمان کی صورت اور حقیقت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ جب صرف زبان سے کلمہ پڑھا تو یہ صرف صورتِ ایمان ہے۔ ایسی صورت میں اذان سن کر کچھ نہیں ہوتا اور اللہ

کا تذکرہ سن کر دل نہیں مچلتا۔ جب دل میں حقیقتِ ایمان جاگزیں ہو جاتی ہے تو پھر جیسے ہی اللہ اکبر کی آواز آتی ہے تو بندے کی کیفیت ہی بدل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے تو نبی علیہ السلام بیگانہ ہو جاتے تھے۔ اسے ایمان کی حقیقت کہتے ہیں۔

تو اس آیت میں کہا یہ جا رہا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان کی صورت کو حاصل کر چکے ہو! اب تم حقیقت کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

کہنے والے نے کیا عجیب بات کی:۔

تو عرب ہے یا عجم ہے ترا لا الہ الا اللہ
لغتِ غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

''تو عربی ہے یا عجمی، تیرا لا الہ الا اللہ کا پڑھنا، (فائدہ مند نہیں) جب تک تیرا دل گواہی نہ دے اس وقت تک لغت غریب کی مانند ہے۔''

حقیقت تو یہ ہے کہ دل بھی اس بات کی تصدیق کرے۔

ایمان کی اصطلاحی تعریف:

نبی علیہ السلام اللہ رب العزت کی طرف سے جو شریعت لے کر آئے اس کو سچ سمجھ کر تسلیم کر لینا، ایمان کہلاتا ہے۔ علما نے ایمان کی ایک اصطلاحی تعریف بھی بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''خبرِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محض اعتماد کی بنا پر یقینی طور سے مان لینا، ایمان کہلاتا ہے۔''

ہم پڑھتے ہیں:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

جس بندے نے یہ سمجھ کر یہ الفاظ پڑھ لیے وہ اصطلاحاً ایمان والا بن گیا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان:

اب تھوڑی سی اس کی تفصیل بھی سن لیجیے کہ جب یہ کہتا ہے کہ میں اللہ پر ایمان لایا تو اس کا مطلب ہے کہ:

اَلْمُسْلِمُ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى بِمَعْنٰى اَنَّهٗ يُصَدِّقُ بِوُجُوْدِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى، وَ اَنَّهٗ عَزَّ وَ جَلَّ۔ فَاطِرُ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ، عَالِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَ مَلِيْكُهٗ، لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ، وَ اَنَّهٗ جَلَّ وَ عَلَا مَوْصُوْفٌ بِكُلِّ كَمَالٍ، مُنَزَّهٌ عَنْ كُلِّ نَقْصٍ، وَ يُؤْمِنُ كَذٰلِكَ بِرُبُوْبِيَّتِهٖ لِجَمِيْعِ الْعَالَمِيْنَ، كَمَا اَنَّهٗ يُؤْمِنُ بِاُلُوْهِيَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰى لِجَمِيْعِ الْعَالَمِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ وَ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ، وَ لَا مَعْبُوْدَ بِحَقٍّ سِوَاهُ

''مسلمان اللہ تعالیٰ پر اس معنی میں ایمان لاتا ہے کہ وہ تصدیق کرتا ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے وجود کو مانتا ہے...... اللہ تعالیٰ ہر کمال سے موصوف ہے۔ ہر قسم کے نقص سے پاک ہے ...... اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

ملائکہ پر ایمان:

ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ اس کے بارے میں حدیث کی کتب میں ہے:

وَ يُؤْمِنُ الْمُسْلِمُ بِمَلَائِكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ اَنَّهُمْ خَلْقٌ مِنْ اَشْرَفِ خَلْقِهٖ

وَ عِبَادِهٖ مُكْرَمُوْنَ مِنْ عِبَادِهٖ ، خَلَقَهُمْ مِنْ نُوْرٍ كَمَا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ، وَ خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ كَّلَهُمْ بِوَظَائِفَ ، فَمِنْهُمُ الْحَفَظَةُ عَلَى الْعِبَادِ ، وَ الْكَاتِبُوْنَ لِاَعْمَالِهِمْ ، وَ مِنْهُمُ الْمُوَكَّلُوْنَ بِالْجَنَّةِ وَ نَعِيْمِهَا ، وَ مِنْهُمُ الْمُوَكَّلُوْنَ بِالنَّارِ وَ عَذَابِهَا ، وَ مِنْهُمُ الْمُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ، وَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاضَلَ بَيْنَهُمْ ، فَمِنْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ، كَجِبْرِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ ، وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ

''مسلمان فرشتوں پر ایمان لاتا ہے کہ...... اللہ تعالیٰ نے ان کو نور سے پیدا کیا...... اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مختلف ڈیوٹیاں سونپی ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو بندے کی حفاظت پر مامور ہیں اور ان کے اعمال لکھنے پر متعین ہیں۔ ان میں سے بعض جنت اور اس کی نعمتوں کے ذمہ دار فرشتے ہیں۔ ان میں سے کچھ جہنم کی آگ اور اس کے عذاب پر مقرر ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ان کے لیے افتار (یعنی سستی اور رکنا) نہیں ہے (ہر وقت اللہ کی تسبیح بیان کر رہے ہیں) اللہ تعالیٰ نے ان میں درجات بنائے ہیں۔ ان میں سے مقرب ملائکہ بھی ہیں۔ جیسے جبریل، میکائیل، اسرافیل، اور ان کے علاوہ ہیں۔''

کتب سماوی پر ایمان:

ہم کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ انبیائے کرام پر جتنی بھی کتابیں نازل ہوئیں یا صحائف نازل ہوئے، ہم سب کو مانتے ہیں۔ ان میں سے چار کتابیں ہیں:

اَلْقُرْاٰنُ الْكَرِيْمُ الْمُنَزَّلُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ وَ التَّوْرَاةُ الْمُنَزَّلُ

عَلٰی نَبِیِّ اللّٰہِ مُوْسٰی علیہ السلام ، وَالزَّبُوْرُ الْمُنَزَّلُ عَلٰی نَبِیِّ اللّٰہِ دَاؤُد علیہ السلام وَ الْاِنْجِیْلُ الْمُنَزَّلُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ عِیْسٰی علیہ السلام ، وَ اِنَّہُ الْقُرْآنُ الْکَرِیْمُ ھُوَ اَعْظَمُ ھٰذِہِ الْکُتُبِ، اَلْمُھَیْمِنُ عَلَیْھَا وَ النَّاسِخُ لِجَمِیْعِ شَرَائِعِھَا وَ اَحْکَامِھَا

رسالت پر ایمان:

ہم رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور رسالت پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

وَ یُؤْمِنُ الْمُسْلِمُ بِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدِ اصْطَفٰی مِنَ النَّاسِ رُسُلًا وَ اَوْحٰی اِلَیْھِمْ بِشَرْعِہٖ ، وَ عَھِدَ اِلَیْھِمْ بِاِبْلَاغِہٖ لِقَطْعِ حُجَّۃِ النَّاسِ عَلَیْہِ ۔ سُبْحَانَہٗ ۔ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ، وَ اَرْسَلَھُمْ بِالْبَیِّنَاتِ وَ الْھُدٰی ، وَ اَیَّدَھُمْ بِالْمُعْجِزَاتِ لِیُخْرِجُوْا النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ

''مسلمان اس بات پر ایمان لاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں اپنے رسولوں کو منتخب فرمایا، اور ان پر شریعت کی وحی فرمائی۔ اور ان کو بھیجا کہ میرے پیغام کو لوگوں تک پہنچاؤ تا کہ قیامت کے دن ان کے اوپر حجت قائم ہو سکے (یعنی یہ کہہ ہی نہ سکیں کہ ہمیں تو کوئی ڈرانے والا ہی نہیں آیا تھا۔ مَا جَاءَ نَا نَذِیْر ۔ یہ بہانہ نہ بنا سکیں، اس لیے اللہ نے اپنے انبیا کو بھیجا) اور ان کو بھیجا نشانیاں اور ہدایت دے کر، اور معجزات کے ذریعے ان کی تائید فرمائی تا کہ لوگوں کو گمراہیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں۔''

قیامت کے دن پر ایمان:

پھر مومن قیامت کے دن پر ایمان لے آتا ہے۔

ويؤمن المسلم بأنّ لهذه الحياة الدنيا ساعة اخيرة تنتهى فيها، و يوما آخر ليس بعده من يوم، ثم تأتى الحياة الثانية فى الدار الآخرة فيبعث الله سبحانه الخلائق بعثاً يحشرهم اليه جميعاً ليحاسبهم فيجزى الابرار بالنعيم المقيم فى الجنة، يجزى الفجارَ بالعذاب المهين فى النار، و إنه يسبق هذا اشراط الساعة و اماراتها، كخروج المسيح الدجال، يأجوج و مأجوج، و نزول عيسىٰ و خروج الدابة، و طلوع الشمس من مغربها، و غير ذالك من الأيات، ثم ينفض فى الصور نفخة الفناء و الصعق، ثم نفخة البعث والنشور، و القيام لرب العالمين، ثم تعطى الكتب فمن آخذ كتابه بيمينه و من آخذه كتابه بشماله و يوضع الميزان، يجرى الحساب، و تنصب الصراط، ينتهى الموقف الاعظم باستقرارِ اهل الجنة فى الجنة، اهل النار فى النار

''مسلمان ایمان لاتا ہے کہ اس دنیا کا ایک آخری دن ہے (جب اس دنیا کو ختم کر دیا جائے گا) اور وہ ایسا دن ہوگا جس کے بعد کوئی اور دن نہیں ہے۔ پھر آخرت میں دوسری زندگی شروع ہو جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو زندہ کر کے کھڑا کریں گے۔ سب کو میدان حشر میں جمع کریں گے۔ تا کہ اس کا حساب کریں پھر اللہ تعالیٰ نیک دکاروں کو جنت کی نعمتیں عطا کریں گے۔ اور فاسق و فاجر کو جہنم کا عذاب دیں گے۔ اور قیامت سے پہلے اس کی کچھ علامات اور نشانیاں بھی ہوں گی۔ مثلاً مسیح دجال کا خروج، یاجوج ماجوج کا خروج اور عیسیٰؑ کا نازل ہونا اور دابۃ الارض کا نکلنا اور سورج کا

مغرب سے نکلنا اور اس کے علاوہ بھی کئی نشانیاں ہوں گی ۔ پھر پہلی مرتبہ صور پھونک کر سب کو نیست و نابود کر دیا جائے گا اور دوسری مرتبہ صور پھونک کر سب کو زندہ کھڑا کر دیا جائے گا، رب العالمین کے سامنے کھڑا کرنے کے لیے۔ پھر نامۂ اعمال دیے جائیں گے۔ کچھ کو دائیں ہاتھ میں اور کچھ کو دائیں ہاتھ میں اور میزان قائم کیا جائے گا۔ حساب و کتاب شروع ہوگا اور پل صراط قائم کیا جائے گا اور موقف اعظم (نبی ﷺ) جنت والوں کو جنت میں اور جہنم والوں کو جہنم میں بھیج کر اس قیامت کے دن کا اختتام کریں گے''

تقدیر پر ایمان:

پھر ہم اس کے بعد اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر پر ایمان لاتے ہیں۔

وَيُؤْمِنُ كَذَالِكَ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَ قَدْرِهِ وَ حِكْمَتِهِ وَ مَشِيْئَتِهِ . وَ اَنَّهُ لَا يَقَعُ شَيْءٌ فِي الْوُجُوْدِ حَتّٰى اَفْعَالِ الْعَبْدِ الْاِخْتِيَارِيَّةِ اِلَّا بَعْدَ عِلْمِ اللّٰهِ بِهَا وَ تَقْدِيْرِهِ، وَ اَنَّهُ تَعَالٰى عَدْلٌ فِي قَضَائِهِ وَ قَدْرِهِ حَكِيْمٌ فِي تَصَرُّفِهِ وَ تَدْبِيْرِهِ وَ اَنَّ حِكْمَتَهُ تَابِعَةٌ لِمَشِيْئَتِهِ مَاشَاءَ كَانَ وَ مَا لَمْ يَشَا لَمْ يَكُنْ ، وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِهِ تَعَالٰى

موت کے بعد زندہ ہونے پر ایمان:

پھر ہم قبر پر ایمان لاتے ہیں...... وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ... اس کے بارے میں فرمایا:

وَيُؤْمِنُ الْمُسْلِمُ بِاَنَّ نَعِيْمَ الْقَبْرِ وَعَذَابَهُ وَسُؤَالَ الْمَلَكَيْنِ فِيْهِ حَقٌّ وَصِدْقٌ ۔

''مسلمان قبر کی نعمتوں اور عذاب پر ایمان لاتا ہے اور اس میں فرشتوں

(منکر نکیر) کے سوال ہونے پر ایمان لاتا ہے کہ وہ حق اور سچ ہے۔''

نظامِ کائنات میں قدرت کی جلوہ آرائی:

ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایمان ہے کیا؟

دنیا دارالاسباب اور اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہیں۔ مغیر الاحوال ہیں۔ مومن کائنات کے نظام کو اوپر سے چلتا دیکھتا ہے۔ اس حقیقت کو یوں سمجھیں جیسے آج کل کے زمانے میں ریموٹ کنٹرول چیزیں ہیں۔ چیز کہیں چل رہی ہوتی ہے اور چلانے والا کہیں ہوتا ہے۔ اس سے اس دنیا کے نظام کو سمجھنا آسان ہے کہ یہ جو دنیا کا نظام چل رہا ہے اس کا چلانے والا اس کائنات کا پروردگار ہے اس کو سمجھنے کے لیے چند مثالوں پر غور کیجیے۔

پتلیوں کی مثال:

ہم بچپن میں پتلیوں کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔..... اس زمانے میں آج کل کی مصیبتیں نہیں تھیں۔ بچوں کے لطف اندوز ہونے کے لیے سب سے بڑی چیز یہی ہوتی تھی۔..... شام کے وقت ایک مداری آتا تھا۔ سٹیج لگاتا تھا۔ وہ پردے کے پیچھے بیٹھ جاتا تھا۔ اس پردے کی دوسری طرف کھلونا نما چھوٹی چھوٹی پتلیاں ہوتی تھیں۔ وہ کھیلتی تھیں، لڑتی تھیں، بولتی تھیں، اور ہم حیران ہو کر ان کو دیکھتے تھے۔ ہمارے بڑے ہمیں سمجھاتے تھے کہ یہ جو چھوٹے چھوٹے کھلونے بھاگ رہے ہیں یا بول رہے ہیں یہ خود کچھ بھی نہیں کر رہے۔ یہ سب کچھ پردے کے پیچھے وہ آدمی کر رہا ہے۔ ان کے دھاگے ہوتے تھے۔ وہ جس پتلی کے دھاگے کو ہلاتا تھا وہ ہلنے لگ جاتی تھی، اور جس کو روکتا تھا رک جاتی تھی۔ یہ پتلیوں کا تماشا تھا۔

ظاہر کی نظر یہ دیکھتی تھی کہ پتلیاں کھیل، کھیل رہی ہیں۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ

پردے کے پیچھے ایک قوت تھی جو ان کو کھیل کھلا رہی تھی۔ یہی معاملہ اس دنیا کا بھی ہے اور اس معاملے کو سمجھنا بہت آسان ہے۔

ریموٹ کنٹرول کی مثال:

ہمارے گھر میں ایک چھوٹی سی بچی "حنانہ" ہے۔ ہم اس کے لیے ایک ریموٹ کنٹرول گاڑی لے کر آئے۔ پہلے دن جب وہ گاڑی چلتی تھی تو وہ حیران ہوتی تھی کہ یہ گاڑی چل کیسے رہی ہے۔ لیکن جب اس نے اپنے ابو کو دیکھا کہ ہاتھ میں کچھ پکڑا ہوا ہے اور ان کی انگلیاں ہلتی ہیں تو گاڑی بھی ہلتی ہے۔ وہ سمجھ گئی۔ اتنی چھوٹی سی بچی نے ایک دن میں سمجھ لیا کہ گاڑی خود نہیں چل رہی بلکہ اس کا چلانے والا کوئی اور ہے۔ یہی ایمان کا معاملہ ہے۔ ہم اتنے بڑے ہو کر بھی کائنات کی اس حقیقت کو نہیں سمجھ پار ہے۔

ظاہر میں یہ نظر آتا ہے کہ یہ ساری کی ساری چیزیں یہاں پر عمل کر رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی مرضی اور منشا یہاں چل رہی ہے۔ دنیا کے اسباب برتنوں کی مانند ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس چیز میں چاہتے ہیں بندے کے لیے نفع ڈال دیتے ہیں اور جس میں چاہتے ہیں بندے کے لیے نقصان ڈال دیتے ہیں۔ چیزیں اپنے اثرات کی خود مالک نہیں ہیں۔ یہ اللہ کی منشا ہے۔

پانی کی ٹونٹی کی مثال:

ایک دیہاتی آدمی شہر میں آیا۔ اس نے بیسن کے اوپر ٹونٹی لگی ہوئی دیکھی۔ جب کھولی تو پانی آنے لگ گیا۔ اس نے سوچا کہ دیہات میں پانی کی تکلیف ہوتی ہے، میں ٹونٹی خرید کر لے جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ بازار سے ٹونٹی خرید کر لے گیا اور جا کر دیوار پر لگا دی۔ وہ اسے کھولتا تھا تو پانی نہیں آتا تھا۔ تو کسی سمجھدار نے بتایا: اللہ کے

بندے! ظاہر میں ٹونٹی پانی دے رہی تھی جب کہ حقیقت میں اس کے پیچھے پمپ تھا۔ بالکل یہی مثال ہے کہ ہماری ظاہری آنکھ دیکھتی ہے کہ دنیا میں یہ ٹونٹیاں پانی دے رہی ہیں، حقیقت میں اس کے پیچھے اللہ کی قدرت ہوتی ہے جو اس پورے کے پورے نظام کو چلا رہی ہوتی ہے۔

خوش نصیب کون؟

اگر ہم قیامت کے دن کو آج تسلیم کرلیں گے تو اس میں ہماری خوش نصیبی ہے اور جو انسان تسلیم نہیں کرے گا وہ بدنصیب ہوگا۔

اس کی مثال مرغی کے انڈے کی سی ہے۔ اس انڈے میں بچہ بالکل تیار ہو چکا ہے۔ باہر نکلنے کے قریب ہے۔ اب اس بچے کو اگر کوئی بتائے: جناب! تم عنقریب ایک ایسی دنیا میں جاؤ گے جہاں چھ فٹ کا انسان ہوگا، پچیس تیس فٹ کے درخت ہوں گے، پچاس پچاس منزلہ بلڈنگیں ہوں گی، گھر ہوں گے، مکان ہوں گے، پہاڑ ہوں گے، دریا ہوں گے، اور وہ مرغی کا بچہ کہے کہ اچھا! میں دیکھتا ہوں کہ یہ چیزیں کہاں ہیں تو اس کو یہ چیزیں انڈے کے اندر رہ کر تو سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ پھر جب وہ انڈے سے باہر نکلے گا تو کیا وہ اپنی آنکھ سے سب کچھ دیکھے گا یا نہیں دیکھے گا؟ سب کچھ نظر آجائے گا۔

ہم اس وقت زمین اور آسمان کے انڈے میں بند ہیں، نہ جنت نظر آئے گی نہ جہنم نظر آئے گی مگر اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ جو اپنی مبارک آنکھوں سے جنت اور جہنم کو دیکھ کر تشریف لائے، انہوں نے بتا دیا۔ اگر ہم مان لیں گے تو ہماری خوش نصیبی ہوگی اور جو نہیں مانیں گے پھر جب وہ کل دنیا کے انڈے سے باہر نکلیں گے تو مان لیں گے۔ فرعون نے مرتے ہوئے نہیں کہا تھا؟ اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَھَارُوْن۔ بڑے بڑے فراعنہ بھی موت کے وقت مان لیتے ہیں۔ لیکن اس وقت کا

اسنا ہرگز کام نہیں آتا۔ خوش نصیبی یہ ہے کہ آج اس کو مان لیں۔

اس کی ایک اور مثال سن لیجیے۔

ایک مچھلی پانی میں تیر رہی تھی۔ اس نے گوشت کا ایک ٹکڑا لٹکتا ہوا دیکھا۔ جی چاہا کہ میں کھالوں۔ اس کے ساتھ ایک بڑی مچھلی تھی۔ اس نے کہا: خبردار! تم اس گوشت کے ٹکڑے کو مت کھانا۔ اس نے پوچھا: کیوں نہ کھاؤں؟ بڑی مچھلی نے کہا: اس لیے کہ اس ٹکڑے کے ساتھ ایک کنڈی بنی ہوئی ہے، تم جیسے ہی اس ٹکڑے کو کھانے کی کوشش کروگی تو وہ کنڈی تمہارے حلق میں اٹک جائے گی۔ پھر اس کے پیچھے دھاگہ ہے اور اس دھاگے کے پیچھے ایک فشرمین (ماہی گیر) ہے۔ وہ تمہیں کھینچے گا۔ اور جب وہ تمہیں پکڑے گا تو تم پانی کے بغیر مرجاؤ گی۔ پھر وہ تمہیں گھر لے جائے گا۔ بیوی کو کہے گا کہ میں مچھلی پکڑ کے لایا ہوں۔ وہ چھری ہاتھ میں لے کر تمہارے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرے گی۔ پھر وہ تم پر نمک مرچ لگا کے رکھے گی اور جب وہ نمک مرچ اچھی طرح ان ٹکڑوں میں جذب ہوجائے گا تو پھر وہ تمہیں ابلتے تیل میں ڈالے گی۔ وہ تمہارے کباب بنائے گی۔ کباب بنا کر وہ دستر خوان لگائے گی۔ پھر وہ سارے گھر والوں کو بلا کر کہے گی: جی! آج مچھلی پکی ہے۔ چنانچہ لوگ آکر دستر خوان پر بیٹھیں گے، تمہاری ایک ایک بوٹی منہ میں ڈالیں گے اور بتیس بتیس دانتوں میں چبا کے کھائیں گے۔

یہ ساری کہانی سن کر وہ چھوٹی مچھلی کہنے لگی: اچھا! میں دیکھتی ہوں۔ اب اگر وہ پورے دریا میں چکر لگا کر دیکھے تو کیا اس کو شکار کرنے والا نظر آجائے گا؟ کیا اس کی بیوی نظر آسکتی ہے؟ کیا نمک مرچ نظر آئے گا؟ ابلتا تیل نظر آئے گا؟ نہیں، کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ یہ تو اس کے ماننے پر منحصر ہے۔ اگر مان لے گی اور بچ جائے گی تو فائدے میں رہے گی اور نہیں مانے گی تو وہ جیسے ہی اس کو منہ لگائے گی اور شکاری کی

کنڈی اس کے حلق میں اٹکے گی تو باقی مناظر خود بخود دیکھ لے گی۔

یہی انسان کا حال ہے۔ نبی علیہ السلام نے آ کر بتا دیا: لوگو! اللہ رب العزت نے ہمیں کچھ وقت کے لیے دنیا میں بھیجا ہے۔ یہاں پر ہم ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آئے۔ یہ دارالامتحان ہے۔ نیکی کرو تاکہ جنت ٹھکانا بنے۔ اگر برائی کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔ اب جو مان لے گا وہ خوش نصیب انسان ہوگا۔ اور جو نہیں مانے گا، اس پر جیسے ہی موت کا وقت آئے گا، اس وقت اس کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اس کو ایمان کہتے ہیں۔ اس لیے ہم یہ بات دل سے تسلیم کرلیں کہ یہ نظام اللہ رب العزت کی منشا سے چل رہا ہے۔

چیزوں میں نفع ونقصان اللہ ڈالتے ہیں:

اس لیے ہم یہ بات دل سے تسلیم کرلیں کہ یہ نظام اللہ رب العزت کی منشا سے چل رہا ہے۔ چیزوں میں نفع اور نقصان اللہ تعالیٰ ڈال دیتے ہیں۔ جو نیک بنتا ہے اللہ تعالیٰ ماحول کو اس کے موافق بنا دیتے ہیں اور جو برا بنتا ہے اللہ تعالیٰ ماحول کو اس کے مخالف بنا دیتے ہیں۔ ماحول کا بنانا اور چیزوں میں سے نفع اور نقصان کا نکلنا، یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔

دودھ کی مثال:

ہمارا مشاہدہ ہے کہ ایک بندہ دودھ پیتا ہے اور وہ موٹا تازہ ہو جاتا ہے، پہلوان بن جاتا ہے۔ اور ایک دوسرا بندہ دودھ پیتا ہے، اسے فوڈ پوائزننگ ہو جاتی ہے اور اس کی ڈیتھ (موت) ہو جاتی ہے۔ اسی دودھ سے بندے کو زندگی ملی اور اسی دودھ سے موت ملی۔ گویا یہ ایک برتن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو زندگی ڈال دی اور جس میں اللہ نے چاہا تو موت ڈال دی۔

عصائے موسوی کی مثال:

اس حقیقت کی دلیل قرآن عظیم الشان میں موجود ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے کوہ طور پر گئے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى

''اے موسیٰ! آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

هِيَ عَصَايَ ''یہ میرا عصا ہے (لاٹھی ہے)''

پھر اس کے فائدے بتائے:

اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہنا چاہتے تھے کہ یہ بڑے فائدے کی چیز ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ''اے موسیٰ! اسے نیچے ڈال دو۔''

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نیچے ڈالدیا تو

فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى

''اچانک دوڑنے والا اژدہا بن گیا''

پھر کیا ہوا؟

فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى

''حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے جی میں ڈر گئے، گھبرا گئے۔

جب گھبرا گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى

''اسے پکڑلو، ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ وہی شکل عطا کر دیں گے۔''

چنانچہ ہاتھ لگانے سے پھر وہ لاٹھی بن گئی۔

اب یہاں معاذ اللہ کوئی کرتب دکھانا مقصد نہیں تھا، بلکہ ایک سبق دینا مقصد تھا۔ اس سبق کا مقصد یہ تھا کہ اے میرے پیارے نبی علیہ السلام! آپ جس چیز کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ یہ بڑے فائدے کی ہے، ہمارے حکم پر آپ نے اس کو زمین پر ڈالا تو دیکھو وہ کتنے نقصان والی بن گئی۔ اور جس چیز کو آپ نقصان دینے والی سمجھ کر اتنا ڈر رہے ہیں، ہمارے حکم سے آپ نے اس کو ہاتھ لگایا تو وہ پھر فائدے والی بن گئی۔ تو سبق یہ سکھانا تھا کہ چیزوں میں نفع یا نقصان ان کا ذاتی نہیں ہوتا، ہم چاہتے ہیں تو چیزوں میں نفع ڈال دیتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں تو چیزوں میں نقصان ڈال دیتے ہیں۔ ہم عزت کے نقشوں سے ذلت نکال دیتے ہیں اور ذلت کے نقشوں سے عزت نکال دیتے ہیں۔ اس کو ایمان کہتے ہیں اور یہ بات سمجھ میں آجائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیماری کی مثال:

ایک دفعہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بیمار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جائیے! فلاں درخت کے پتے کھالیجیے۔ آپ نے وہ پتے کھالیے اور شفا ہوگئی۔ کافی عرصے بعد پھر وہی تکلیف محسوس ہوئی۔ اب خود جا کر وہی پتے استعمال کیے تو فائدہ نہیں ہوا۔ تو عرض کیا: یا اللہ! اب میں نے پتے تو کھالیے ہیں لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ فرمایا: اے میرے پیارے کلیم! ان پتوں میں اپنی شفا نہیں تھی، ہم نے اس وقت ان پتوں میں شفا رکھ دی تھی۔ اور واقعی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شفا رکھ دیتے ہیں۔ تو ایمان کہلاتا ہے کہ انسان چیزوں پر یقین رکھنے کی بجائے پروردگار پر یقین رکھے۔ وہ چاہے تو نفع رکھ دے اور وہ چاہے تو نقصان رکھ دے۔

سانپ سے زندگی کی مثال:

ایک آدمی نے کمرہ کھولا، اندر سانپ کھڑا تھا۔ جیسے وہ کاٹنے کے لیے تیار تھا۔ اس نے ڈر کے مارے دروازہ بند کردیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ ایک منٹ کے بعد اس کمرے کی چھت نیچے آگری۔ اللہ نے اس کی زندگی کے بچنے کا ذریعہ سانپ کو بنا دیا۔ اگر سامنے سانپ نہ ہوتا تو وہ کمرے کے اندر چلا جاتا، پھر چھت گر جاتی اور وہ مر جاتا۔ اللہ نے سانپ کو ذریعہ بنا دیا۔

سانپ سے موت کی مثال:

ایک مرتبہ بارات جارہی تھی۔ ایک آدمی نے کہا: نیچے گرمی ہے، میں چھت پر جا کر بیٹھتا ہوں، چنانچہ وہ بس کی چھت پر جا بیٹھا۔ اللہ کی شان کہ بس سڑک پر چل رہی تھی اور اوپر ایک چیل نے سانپ پکڑا ہوا تھا اور وہ اڑ رہی تھی۔ اچانک وہ سانپ اس کے پاؤں سے سلپ ہوا اور اس بندے کے اوپر آگرا۔ اس سانپ نے اس کو کاٹ لیا اور وہ بندہ وہیں پر مر گیا۔ ادھر اس بندے کے لیے سانپ موت کا سبب بن رہا ہے اور ادھر اس بندے کے لیے سانپ زندگی کا سبب بن رہا ہے۔ یہ اسباب ہیں۔ اللہ تعالی انہی کے ذریعے سے زندگی دے دیتے ہیں اور انہی کی ذریعے انسان کو موت دے دیتے ہیں۔

کھیرے کی فصل کی مثال:

ایک مرتبہ ہمیں ایک عجیب تجربہ ہوا۔ ہمارے ہاں یہاں معہد کے کچھ نوجوان کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ ہمارے پاس تقریباً آٹھ ایکڑ رقبہ تھا۔ ہم نے سوچا کہ یہاں کھیرا اگاتے ہیں۔ اس میں سے چھ ایکڑ زمین تو بالکل تیار تھی اور دو ایکڑ زمین پر چاول لگے ہوئے تھے، یعنی دھان (منجی) کی فصل کاشت کی ہوئی تھی۔ اگر اس کو

کاٹنے میں دیر ہو جائے تو اس میں پانی کھڑا کرنا پڑتا ہے۔ ایسا ہی ہوا۔ اب وہ خشک ہی نہیں ہو رہی تھی۔ ہم نے چھ ایکڑ زمین پر تو کھیرا لگا دیا۔ اور ادھر دو ایکڑ کو دیکھتے تو دل دکھتا کہ یہ فصل تو لیٹ ہو گئی۔ دعائیں روز مانگتے تھے کہ یہ پانی خشک ہو جائے۔ لیکن پانی تو اپنے حساب سے خشک ہوتا ہے۔ اب وہ چھ ایکڑ کی فصل نکلنا بھی شروع ہو گئی۔

تقریباً ایک مہینے بعد پانی والی زمین بھی خشک ہوتے ہوتے ''وتر'' والی حالت میں آ گئی۔ انہوں نے اس میں بھی بیج ڈال دیا۔ اب وہ بیج جرمی نیٹ تو ہو گیا لیکن بڑھ نہیں رہا تھا۔ چھ ایکڑ کی فصل پھل دینے کی پوزیشن میں آ گئی لیکن وہ دو ایکڑ جو تھے ان میں پودے بڑھ ہی نہیں رہے تھے۔ سب نوجوان سمجھنے لگے کہ ان دو ایکڑوں میں ہمارا پھل ضائع ہو گیا ہے اور فصل خراب ہو گئی ہے۔

میں نے ان کو بیٹھ کر سمجھایا: دیکھو! ہم مکلف ہیں کوشش کرنے کے، اگلے معاملات اللہ کے اختیار میں ہیں..... اس بات سے ان کے سر پر جو پریشر تھا وہ ختم ہو گیا اور وہ ریلیکس ہو گئے۔

اللہ کی عجیب شان دیکھیں کہ جب ہمارا وہ چھ ایکڑ والا کھیرا تیار ہو گیا تو مارکیٹ میں اس کی پرائس (قیمت) بہت کم ہو چکی تھی۔ اتنی فصل نکل رہی تھی مگر پیسہ ہی نہیں مل رہا تھا۔ پوری بوری سو روپے کی۔ اللہ اکبر! اب وہ حیران ہوئے کہ جس فصل کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے، جس فصل کو دیکھ کر خوشیاں مناتے تھے، جس فصل پر اتنا بھروسہ کر رکھا تھا کہ بڑی انکم (آمدنی) ہو گی، اس کی ایک بوری سو روپے کی بک رہی تھی۔ گویا نکلا ہی کچھ نہیں تھا۔ تو جوانوں پر تو شدید مایوسی کی کیفیت تھی۔ ایک مہینہ اسی طرح گزر گیا۔

جب وہ چھ ایکڑ والی فصل ختم ہو گئی تو رکی ہوئی دو ایکڑ والی فصل نے بڑھنا شروع

کر دیا۔ اللہ کی شان اس فصل پر ایسے وقت میں پھل لگا جب مارکیٹ میں کہیں نہیں تھا۔ چنانچہ پرائس شوٹ کر گئی۔ یعنی قیمت یک دم بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ ایک بوری آٹھ سو کی بکنے لگی۔ دونوں ایکڑز سے اتنی انکم (آمدنی) ہوئی کہ پہلے چھ ایکڑز کی آمدنی ان دو ایکڑز کی آمدنی سے کم تھی۔

میں نے نوجوانوں کو بیٹھ کر سمجھایا: دیکھو! اللہ نے ہمیں سبق دیا ہے کہ میں نقصان کے نقشوں میں سے نفع نکال دیتا ہوں اور نفع کی نقشوں میں سے تمہارے لیے نقصان نکال دیتا ہوں۔ اسی طرح اگر میں چاہتا ہوں تو عزت کے نقشوں میں سے ذلت نکال دیتا ہوں اور اگر چاہتا ہوں تو ذلت کے نقشوں میں سے تمہارے لیے عزت نکال دیتا ہوں۔ تو معاملات کس کے اختیار میں ہوئے؟ اللہ رب العزت کے اختیار میں۔ اس کا مقصود یہ ہے کہ ہم چیزوں کے پیچھے لگ کر اپنے رب کو نہ چھوڑیں۔ مسجد کے دروازے کے ساتھ دکان ہوتی ہے مگر نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں نہیں آتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ جی گاہک نہیں آئیں گے۔ اب اس بندے کو اللہ کی طرف سے رزق ملنے پر یقین نہیں ہے، دکان پر یقین بنا ہوا ہے۔ اس کی دکان اس کے لیے بت بنا ہوا ہے۔ اگر اس کا ایمان قوی ہوتا تو نماز کے وقت میں کام روک کر پہلے اللہ کی نماز ادا کرتا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب انسان کا یقین چیزوں پر ہوتا ہے تو پھر وہ اعمال سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور جب ایمان قوی ہوتا ہے تو پھر چیزیں اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔

ایک انمول نصیحت:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خط لکھا کہ آپ ام المومنین ہیں، کوئی نصیحت فرما دیجیے۔ انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے جواب میں خط لکھا اور نصیحت کرنے کا حق ادا کر دیا۔ فرمایا:

''اگر تم اللہ کو راضی کرو گے تو جو بندے تم سے ناراض ہوں گے، اللہ تعالیٰ خود بخود ان کے دل میں تمہاری محبت ڈال دیں گے اور اگر اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں میں نفرت ڈال دیں گے۔''

تو اللہ کی کاسٹ پر تم بندوں کو راضی مت کرتے پھرو۔ ایمان کی اہمیت کو سمجھو۔ یاد رکھیں! ہم ہر چیز کو چھوڑ سکتے ہیں مگر خدا کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہی ایمان ہے۔

مومن اور کافر کی زندگی میں بنیادی فرق:

مومن اور کافر کی زندگی میں بنیادی طور پر یہی فرق ہوتا ہے کہ مومن کی زندگی ایمان کی زندگی ہوتی ہے اور کافر کی زندگی مشاہدے کی زندگی ہوتی ہے۔ مومن کو اللہ کے وعدوں پر بھروسہ ہوتا ہے۔ کافر کو اگر سود ملتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ میرا پیسہ بڑھ گیا، لیکن مومن کو چونکہ اللہ کے وعدوں پر بھروسہ ہوتا ہے اس لیے وہ سمجھتا ہے کہ میں جو زکوٰۃ دے رہا ہوں، یہ پیسہ نہیں جا رہا، بلکہ اس کے بدلے پتہ نہیں کتنا آ رہا ہے۔ یہ مشاہدے اور غیب کا فرق ہوتا ہے۔ اس لیے کافر کی زندگی نظر کی زندگی اور مومن کی زندگی خبر کی زندگی ہوتی ہے۔

چنانچہ جب کسی مریض کو ہسپتال میں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں: جی! اس کو بخار ہے، تو ڈاکٹر اس کے بخار کی مختلف وجوہات لکھ دیتا ہے۔ ان وجوہات کو Differential Reasons (امکانی وجوہات) کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وائرس کی وجہ سے بھی بخار ہو سکتا ہے، بیکٹیریا کی وجہ سے بھی بخار ہو سکتا ہے، ملیریا کی وجہ سے بھی بخار ہو سکتا ہے، مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔

اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ ٹیسٹ کرواؤ تاکہ پتہ چلے کہ بخار کی اصل وجہ کیا ہے۔ جب بلڈ ٹیسٹ لیا جاتا ہے تو پھر تشخیص ہوتی ہے کہ یہ تو ملیریا تھا۔ اس کو

Definite Reason (حقیقی وجہ) کہتے ہیں۔ تو گویا وجوہات دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک Differential Reasons (امکانی وجوہات) اور دوسری Definite Reason۔ نظر جو دیکھ رہی ہوتی ہے وہ امکانات کو دیکھ رہی ہوتی ہے اور دین جو چیز بتا رہا ہوتا ہے وہ Definite (حقیقی) چیز کو بتا رہا ہوتا ہے۔ اس لیے مشاہدے کی زندگی گزارنے والے موت کے وقت افسوس کر رہے ہوتے ہیں اور ایمان کی زندگی گزارنے والے موت کے وقت کہتے ہیں: فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ ''رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں۔''

یقین کیسے بنتا ہے؟

یاد رکھیں! مشاہدات کے تذکروں سے یقین بگڑتا ہے اور غیب کے تذکروں سے یقین بنتا ہے۔ اس لیے اس کے گھر میں تذکرے کرنے چاہییں۔ مردوں کو چاہیے کہ وہ گھر کی عورتوں اور بچوں کے سامنے ان باتوں کو کھولا کریں کہ ہم اللہ پر ایمان لانے والے لوگ ہیں، لہٰذا ہماری زندگی کا سیٹ اپ کفار سے مختلف ہے۔ یہ کبھی ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ ہم اپنے ایمان پر ہر وقت قائم رہنے والے ہیں۔

ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع:

مومن اپنے دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے کہ مجھے اعمال سے کامیابی نصیب ہو گی۔ اس لیے مومن کو جیسے بھی حالات پیش آتے ہیں وہ ان میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مومن کی مثال چھوٹے بچے کی مانند ہے۔ چھوٹے بچے کو کوئی چیز ملے تو وہ ماں کی طرف توجہ کرتا ہے، اس کو کوئی چوٹ لگے تو ماں کی طرف توجہ کرتا ہے، اسے کوئی خوش ہو کر دیکھے تو ماں کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اسے کوئی دھمکائے تو ماں کی طرف بھاگتا ہے۔ مومن کا بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ خوشی ملے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، غم

ملتا ہے تو اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے۔ گویا مومن کا رجوع ہر حال میں اللہ کی طرف ہوتا ہے۔ اس لیے ایمان ہماری بنیاد ہے کہ ہم بن دیکھے اللہ رب العزت کو مانتے ہیں۔

دیکھیے! طائف کے سفر میں نبی علیہ السلام کو کتنی تکالیف پہنچیں۔ دو فرشتے آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: اے اللہ کے نبی ﷺ! اگر آپ اجازت دیں تو ہم دو پہاڑوں کو ملا کر ان لوگوں کو ختم کر دیں۔ لیکن نبی علیہ السلام نے فرمایا: کیا پتہ ان کی آنے والی نسلوں میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو ایمان لانے والے ہوں۔

علما نے لکھا ہے کہ وہ قبیلہ بنو ثقیف کے لوگ تھے۔ بعد میں اسی قبیلہ بنو ثقیف میں محمد بن قاسم ثقفی پیدا ہوئے اور ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے پاکستان اور ہندوستان کے لوگوں کو ایمان اور اسلام کی دولت سے نواز دیا۔

اللہ اکبر! ایمان دیکھ رہا تھا کہ آنے والے لوگوں میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا کر دیں گے۔ مشاہدہ نہیں تھا۔

حالات کی زنجیریں:

یہ ایمان لانے والے جب ذرا لائن سے ہٹنے کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ذرا تنگی کے حالات بھیج دیتے ہیں۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آج دیکھو اگر امتحان دیا ہوا ہو تو بڑا رجوع الی اللہ رہتا ہے۔ یا اللہ! سپلی نہ آجائے۔ ضمنی امتحان نہ دینا پڑے۔ سکول و کالج کے وہ طلبا جو فرض نماز نہیں پڑھتے، امتحان دینے کے بعد وہ تہجد کے نفل بھی پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات نوجوان آکر کہتے ہیں: جی! ہم نے انٹرویو دیا ہوا ہے، پڑھنے کے لیے کوئی وظیفہ بتا دیں۔ کہاں قرآن نہیں پڑھتا تھا اب وظیفے پڑھ رہا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ خوشیاں سلاتی ہیں اور غم جگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر اسی لیے مختلف حالات

بھیجتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ ذرا سی جھکنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بیماری بھیج دیتے ہیں، کوئی پریشانی بھیج دیتے ہیں، اور بندہ پھر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پاک ہے وہ پروردگار جو اپنے بندوں کو پریشانیوں کی زنجیروں اور رسیوں میں جکڑ جکڑ کر اپنے در کی طرف واپس کھینچ رہا ہوتا ہے۔

ایک عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو اس کو قے آتی ہے۔ اس لیے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اس کے جسم میں کچھ بن رہا ہے۔ اسی طرح جب بندے کا ایمان بنا ہوتا ہے تو اس پر بھی حالات آتے ہیں۔ یہ تکالیف کا آنا، پریشانیوں کا آنا، مصیبتوں کا آنا، اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ مالک درجے بڑھا رہا ہوتا ہے۔ وہ دینا چاہتا ہے۔ مومن کو اللہ کی رحمت سے کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ بس اتنی بات سمجھ میں رکھنی چاہیے کہ مصیبت اللہ کی طرف سے آتی ہے اور اس کو ہٹانے کے لیے رجوع بھی اللہ ہی کی طرف کرنا ہوتا ہے۔ اس کو ہٹانے کے لیے مخلوق سے سہارے نہیں مانگنے۔ ان کے پیچھے نہیں بھاگنا۔ اللہ کی طرف بھاگنا ہے۔

بلندیٔ اعمال کا سبب:

کہتے ہیں کہ بنیاد جتنی مضبوط ہوگی، عمارت اتنی ہی اونچی ہوگی۔ اس طرح بندے کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا، بندے کے اعمال بھی اتنے ہی بلند ہوں گے۔ اس لیے ایمان کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ صحابہ کرام ؓ فرماتے تھے:

تَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ

''ہم نے پہلے ایمان سیکھا اس کے بعد ہم نے قرآن سیکھا۔''

تو یہ ایمان سیکھنے کی چیز ہے اور اس کو سیکھنے کے لیے آپ یہاں آکے بیٹھے ہیں۔ یہاں آنے کا مقصود اور منشا، ایمان کا سیکھنا، اس کا بڑھانا اور ایمان پر جمک لانا

ہے۔ اس لیے کہ یہ ایک قیمتی چیز ہے۔

ایمان سیکھنے کے چار ذرائع:

ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایمان سیکھنے کے ذرائع کیا ہیں؟

ایمان سیکھنے کے چار ذرائع ہیں:۔

(۱)......قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر:

پہلا ذریعہ ''قدرت کی نشانیوں میں غور کرنا'' ہے۔ ہمارے اردگرد یہ جو ایک جہاں پھیلا ہوا ہے، ذرا اس پر غور کریں تو یقیناً ہمیں اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں نظر آئیں گیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾

''ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں بھی (یعنی باہر کے جہان میں بھی) اور ان کے اندر کے جہان میں بھی (یعنی من کی دنیا میں بھی) حتی کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ حق کیا ہے۔''

واقعی اگر انسان عبرت کی نگاہ ڈالے تو اسے دائیں بائیں، آگے پیچھے، ہر طرف اللہ کی نشانیاں نظر آئیں گی۔

وَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَهٗ اٰيَةٌ
تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ

ہر چیز توحید باری تعالیٰ کی گواہی دے رہی ہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ اسی لیے کہنے والے نے کہا:

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے

دکھائی بھی جو نہ دے نظر بھی جو آرہا ہے، وہی خدا ہے
نظر بھی رکھے، سماعتیں بھی، وہ جان لیتا ہے نیتیں بھی
جو خانہء لاشعور میں جگمگا رہا ہے، وہی خدا ہے
تلاش اس کو نہ کر بتوں میں، وہ ہے بدلتی ہوئی رتوں میں
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے، وہی خدا ہے

اگر ہم غور کریں تو ہمیں اللہ رب العزت کی نشانیاں ہر طرف نظر آسکتی ہیں۔ اس لیے قرآن مجید نے ہمیں یہ نہیں کہا کہ آنکھوں کو بند کرلو۔ بلکہ فرمایا:

......اَلَمْ تَرَ "کیا دیکھا تو نے"

......اَلَمْ تَرَوْا "کیا دیکھا تم لوگوں نے"

......اُنْظُرُوْا "تم دیکھو"

......فَانْظُرْ "پس تو دیکھ"

شریعت کہتی ہے، ذرا آنکھیں کھولو اور دیکھو، تمہیں ہر طرف اللہ کے جلوے نظر آئیں گے۔

اِذَا الْمَرْءُ کَانَتْ لَهٗ فِکْرَةٌ
فَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَهٗ عِبْرَةٌ

چنانچہ کہنے والے نے کہا:

چاند تاروں میں تو مرغزاروں میں تو اے خدایا!
کس نے تیری حقیقت کو پایا؟
تو نے پتھر میں کیڑے کو پالا
خشک مٹی سے سبزہ نکالا
یہ تیرا ہے جہاں یہ زمیں آسماں، اے خدایا!

کس نے تیری حقیقت کو پایا؟
تو نہاں تیرا جلوہ عیاں ہے
تیری ہستی کا مظہر جہاں ہے
پھول میں مثلِ بو چھپ کے بیٹھا ہے تو اے خدایا!
کس نے تیری حقیقت کو پایا؟
بحرِ عصیاں سے مولا بچا لے
دل کی کشتی ہے تیرے حوالے
تو ہی ستار ہے، تو ہی غفار ہے، اے خدایا!
کس نے تیری حقیقت کو پایا؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں ہے۔

☆...... جب ستاروں کو دیکھا تو کہا: ھٰذَا رَبِّی "یہ میرا رب ہے"

☆...... جب چاند نکل آیا تو فرمانے لگے: یہ ان سے بڑا ہے۔ تو خدا تو بڑا ہی ہو سکتا ہے لہٰذا ھٰذَا رَبِّی "یہ میرا رب ہے۔"

☆...... پھر سورج نکل آیا۔

فَلَمَّا رَاَی الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ

"جب چمک دار سورج کو دیکھا تو فرمایا: یہ ہے میرا رب، یہ سب سے بڑا ہے۔"

پھر کیا ہوا؟ فَلَمَّآ اَفَلَتْ......

جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا غروب ہونے والا خدا نہیں ہو سکتا۔

تو دیکھیں کہ جب انسان قدرت کی نشانیوں پر غور کرتا ہے تو اس بات پر پہنچتا ہے کہ یہ چیزیں خدا نہیں بلکہ ان کو پیدا کرنے والا خدا ہے۔

(۲)......انبیائے کرام کے واقعات کا مطالعہ:

ایمان سیکھنے کا دوسرا ذریعہ "انبیائے کرام کے واقعات" ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں انبیائے کرام کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ ان واقعات کو بیان کرنے کے دو مقاصد تھے۔ ایک تو یہ کہ ایمان والے ان واقعات سے سبق سیکھیں اور دوسرا یہ کہ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کو تسلی بھی ہو جائے، دل کو سکون اور اطمینان ہو جائے۔ کیونکہ کفار کی باتوں سے آپ ﷺ کا دل غمزدہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ

اسی لیے سابقہ انبیا علیہ السلام کا ریفرنس (حوالہ) دیا جاتا تھا۔ مثلاً

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

"اے میرے محبوب! ہم نے آپ کی طرف وحی نازل کی جیسا کہ ہم نے اپنے احکام حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے انبیا پر نازل کیے۔"

اسی طرح فرمایا:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾

تو دل کو تسلی کے لیے پچھلے ریفرنس (حوالے) دیے۔

⊙......اگر آپ غور کریں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہمارے سبق سیکھنے کے لیے کافی ہے۔

......چھوٹی عمر ہے۔

......جن بھائیوں کو اپنا سمجھا جاتا ہے انہوں نے کنویں میں ڈال دیا۔

......کنویں سے نکلے تو معمولی قیمت پر بکتے پھرے۔

......جہاں پہنچے وہاں خادم اور غلام بنے۔

اب جو بندہ پردیس میں ہو اور اس کی زندگی غلام کی زندگی ہو تو اس کی تو ظاہری زندگی کسی کام کی نہیں ہوتی۔ مگر اللہ تعالیٰ یہاں سمجھانا چاہتے ہیں کہ دیکھو!

......وہ اکیلے ہیں

......نہ رشتے دار اپنے

......نہ ماں باپ اپنے

......نہ برادری اپنی

......نہ وطن اپنا

......نہ کوئی جان پہچان

کوئی اپنا نہیں، لیکن کچھ چیزیں ان کے پاس اپنی تھیں۔

......شرافت اپنی تھی

......دیانت اپنی تھی

......عفت وپاکدامنی اپنی تھی

......اللہ کے حکم پر استقامت اپنی تھی

جب انہوں نے ان صفات کے ساتھ زندگی گزاری تو نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں تھے وہیں کے وزیر خزانہ بن گئے۔ بے تاج بادشاہ۔ خزانوں کے مالک بن گئے۔ خود بادشاہ نے بلا کر اپنی بادشاہی ان کے حوالے کی۔ ایک وقت تھا کہ غلام ہیں اور بک رہے ہیں اور ایک وقت تھا کہ بادشاہ بن کے بیٹھے ہیں۔ تو ان کو بادشاہ کس نے بنایا؟ اسباب نے نہیں بنایا، بلکہ صفات نے بنایا ہے۔ اللہ کی رحمت نے بنایا ہے۔

یہی سبق دینا مقصود تھا: لوگو! تم اسباب کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہو، زندگی برباد

کر بیٹھتے ہو، تم اپنے اندر صفات پیدا کرو اور ایمان کو چکاؤ۔ پھر ان صفات کے صدقے اللہ تعالیٰ وقت کے تاج تمہارے قدموں میں ڈال دیں گے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے دربار میں بیٹھے ہیں۔ بھائی غلہ لینے کے لیے آئے۔ جب وہ داخل ہوئے اور انہوں نے بادشاہ کو بیٹھے دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ یہ عزیز مصر ہے۔ چنانچہ کہنے لگے:

يٰاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ

''اے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو تنگدستی نے بے حال کر دیا اور ہم قیمت بھی اتنی لائے ہیں جو پوری نہیں، ہمیں غلہ پورا دیجیے، آپ ہمارے اوپر صدقہ وخیرات کر دیں، بے شک اللہ صدقہ دینے والوں کو جزا دیتا ہے۔''

اب بھائی بھکاریوں کی طرح بھیک مانگ رہے تھے کہ ہمارے اوپر صدقہ خیرات کر دیں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ معاملہ ایں جارسید (معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ یہ نبی زادے آج بھکاری بن کر کھڑے ہیں اور مجھے کہہ رہے ہیں کہ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ''اور ہمارے اوپر صدقہ کر دیجیے'' اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ

''تم نے یوسف کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟''

ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا، چنانچہ کہنے لگے:

ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ

''کیا آپ یوسف ہیں؟''

قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَا اَخِىْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا

''فرمایا: ہاں! میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے، اللہ نے ہم پر احسان کیا۔''

ذرا آگے چلیے! یہ بات ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ

''بے شک جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اپنے اندر صبر وضبط پیدا کرتا ہے، اللہ ایسے نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں فرمایا کرتے۔''

سبق سکھا دیا کہ دیکھو! اسباب کے پیچھے مت بھاگو، ایمان بناؤ، اعمال بناؤ، اعمال پر کامیابی ملے گی۔

⊙ ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھیے! اکیلے ہیں۔ ساری سلطنت کے لوگ مخالف ہیں۔ بادشاہِ وقت بھی مخالف ہے۔ آگ میں ڈالنے کے پروگرام بنا لیے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے وعدے پر ڈٹے رہے کہ میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنا سکتا۔ نتیجہ کیا نکلا؟ کہ اللہ رب العزت نے ان کے لیے دنیا کی آگ کو ٹھنڈا فرما دیا۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

اور جب اس میں کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس میں ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا،

وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ

''اور آزمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے چند باتوں میں، پس وہ کامیاب ہو گئے۔''

فَاَتَمَّهُنَّ کا ترجمہ بنتا ہے، ہینڈ رڈ پرسنٹ ..مائۃ فی المائۃ۔

ہنڈرڈ پرسنٹ مارکس۔ سو فیصد نمبر۔ 100/100۔

پھر اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

''(اے ابراہیم!) میں آپ کو انسانوں کا امام بناتا ہوں۔''

غور کرنے کی بات ہے جو اکیلے تھے، ساری مخلوق ان کی مخالف تھی، وہ اللہ کے حکم پر ڈٹے رہے۔ پھر ایک ایسا وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس اکیلے کو فرمایا کہ میں آپ کو انسانوں کا امام بناتا ہوں۔ چنانچہ آج دیکھیں کہ یہودی، عیسائی اور مسلمان دنیا کے تینوں مذاہب کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں اور ان کو اللہ کا سچا پیغمبر مانتے ہیں۔ اللہ نے انسانوں کا امام بنا دیا۔

اس میں ہمارے لیے سبق ہے۔ اگر ہم بھی اعمال پر جمے رہیں گے، ظاہر کے حالات جو بھی ہیں، تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ بالآخر اللہ تعالیٰ ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیں گے۔ آج انسان چھوٹی چھوٹی باتوں پر خدا کا در چھوڑ کر مخلوق کے در پر بھاگ کر جاتا ہے۔ جو سب سے پہلے چھوٹتا ہے وہ خدا کا در ہے۔ سنیے..... ایک دوست دوسرے دوست کو فون کرتا ہے: یار! مسجد میں نہیں آئے؟ وہ کہتا ہے: بس! کچھ کاروباری پریشانی تھی اس لیے آج میں نہیں آسکا۔ یعنی جب کاروباری پریشانی آتی ہے تو جو در سب سے پہلے چھوٹا وہ کس کا در تھا؟ خدا کا در تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ بیوی کا گھر تو نہیں چھوڑا، بچوں کا گھر تو نہیں چھوڑا، ماں باپ کا گھر تو نہیں چھوڑا۔ وہاں تو رات کو پہنچ گیا۔ چھوڑا تو رب کا در چھوڑا۔ حالانکہ ہر چیز کو چھوڑ سکتے ہیں لیکن خدا کا در نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کو سیکھنے کا نام ایمان ہے۔ ہمارے اکابر کی یہی صفت تھی کہ وہ اللہ کے حکموں کی بجا آوری میں لگے رہتے تھے۔

(۳)......صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تائید غیبی کا مطالعہ:

ایمان سیکھنے کا تیسرا ذریعہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا اور ان کے ساتھ اللہ کی مدد کو دیکھنا" ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیوں کو بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں مقام تسخیر عطا فرمایا...... ایک لفظ عرض کر رہا ہوں "تسخیر" مسخر کرنا...... مومن جب ایمان میں کمال حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مقام تسخیر عطا فرما دیتے ہیں۔ مقام تسخیر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس مومن کا حکم آگ، پانی، ہوا اور مٹی چاروں عناصر کے اوپر چلتا ہے۔

⊙...... جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان بنا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مقام تسخیر عطا کیا۔ کتابوں میں آیا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ تمیم داری رضی اللہ عنہ کو فرمایا: جاؤ! اور یہ آگ جہاں سے نکلی ہے وہیں واپس لوٹا کے آؤ۔ ان کے حکم سے وہ صحابی رضی اللہ عنہ جاتے ہیں۔ اپنی چادر کو چھانٹا بنا لیتے ہیں اور اس سے آگ کو مارتے ہیں۔ جس پہاڑ سے آگ نکلی تھی وہیں واپس چلی گئی۔ جب مقام تسخیر مل جاتا ہے تو پھر آگ بھی حکم مانتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زمین میں زلزلہ آتا ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب زمین میں زلزلہ آنے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں زور سے زمین پر مارا اور فرمایا: اے زمین! تو کیوں ہلتی ہے، کیا عمر نے تیرے اوپر عدل قائم نہیں کیا؟ زمین کا زلزلہ وہیں رک جاتا ہے۔ زمین بھی ان کا حکم مان رہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں کھڑے ہیں۔ خطبہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَا سَارِيَةَ الْجَبَلْ

ایک صحابی ساریہ رضی اللہ عنہ کہیں جہاد کر رہے تھے اور دشمن پہاڑ کے پیچھے سے حملہ کرنا چاہتا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے تو حضرت

ساریہ ؓ فرماتے ہیں کہ سینکڑوں میل دور میں نے وہ الفاظ سنے۔ ہوا نے بھی حکم مانا۔

دریائے نیل کا پانی بند تھا۔ مسلمانوں کے امیر لشکر نے خط لکھا کہ یہاں تو کسی نوجوان لڑکی کو پانی میں ڈالنا پڑتا ہے، تب پانی چلتا ہے۔ حضرت عمر ؓ نے لیٹر (خط) لکھا: ''اے دریا! اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو مت چل، اور اگر اللہ کی مرضی سے چلتا ہے تو امیر المومنین تجھے حکم دیتے ہیں کہ تو چل''۔ دریائے نیل کا پانی آج بھی چل رہا ہے اور حضرت عمر بن خطاب ؓ کی عظمتوں کے پھریرے لہرا رہا ہے۔ تو مومن کو یہ مقام تسخیر اس لیے ملتا ہے کہ یہ خدا کی بات مانتا ہے اور اللہ تعالیٰ مخلوق کو اس کا مطیع اور فرمانبردار بنا دیتا ہے۔

⊙...... افریقہ کے جنگل میں صحابہ ؓ کو رات آگئی تو ایک صحابی ؓ نے درخت پر چڑھ کر اعلان کیا: ''اے جنگل کے جانورو! آج یہاں محمد ﷺ کے غلاموں کا بسیرا ہے، جنگل خالی کر دو۔''

یہ اعلان سن کر شیر بھی جا رہا ہے، ہاتھی بھی جا رہا ہے، چیتا بھی جا رہا ہے۔ لوگ حیران ہو کر پوچھنے لگے: آپ کو یہ بات کس نے سکھائی؟ انہوں نے کہا: ہمیں یہ بات ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ﷺ نے سکھائی۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے: اچھا! پھر ہمیں بھی تم اپنے جیسا بنا لو۔ چنانچہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ جنگل کے جانور بھی بات مانتے تھے۔

آج ہم خدا کی نہیں مانتے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ ہماری بات

...... اپنے بیٹے نہیں مانتے

...... بیٹیاں نہیں مانتیں

...... بیوی نہیں مانتی

......بھائی نہیں مانتا

......بہن نہیں مانتی

جب ہم خدا کی نافرمانی کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے ماتحتوں کو ہمارا نافرمان بنا دیتے ہیں۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ کے حکم ماننے میں جب مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی، میں نے دیکھا کہ میرے ماتحتوں نے میرا حکم ماننے میں کوتاہی کی۔''

کیوں شکوہ کرتے ہیں کہ اولاد نیک نہیں بنی؟ اپنی زندگی ہی ایسی ہوتی ہے۔ اگر ہم اللہ کے در کو مضبوطی سے پکڑ لیں گے اور سو فیصد اللہ کے فرمانبردار بن جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہمارا فرمانبردار بنا دیں گے۔

⊙......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بدر میں بھی اللہ کی مدد اتری۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

حنین کے دن بھی اللہ کی مدد آئی۔ فرمایا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ

ان واقعات کو پڑھنے سے انسان کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔

(۴)......ایمان کے مضامین پر مشتمل احادیث کا مطالعہ:

ایمان سیکھنے کا چوتھا ذریعہ ان احادیث کا پڑھنا ہے جن میں نبی علیہ السلام نے ایمان کا مضمون بیان فرمایا ہے۔ ان احادیث سے بھی انسان کا ایمان بڑھتا ہے۔ چنانچہ ایمان سے متعلق چند احادیث سن لیجیے۔ امید ہے کہ آپ حضرات مضمون کی اہمیت ذہن میں رکھتے ہوئے توجہ سے سنیں گے۔

⊙......جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ غِلْمَانٌ حَزَاوِرَةٌ فَتَعَلَّمْنَا الْإِيْمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ، ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ فَازْدَدْنَا بِهِ إِيْمَانًا

''ہم نبی علیہ السلام کی صحبت میں بیٹھتے تھے اور ہم قریب البلوغ لڑکے تھے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے قرآن سے ہمیں ایمان سکھایا، پھر ہمیں قرآن سکھایا، جس سے ہمارا ایمان بڑھ جاتا تھا۔''

⊙..... مومن کون ہوتا ہے؟ اس سلسلے میں نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

مَا أُخْبِرُكُمْ مَنِ الْمُسْلِمُ، مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبَ، وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ

''میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مسلمان کون ہوتا ہے، مسلمان وہ ہوتا ہے جس کے قول اور فعل سے دوسرے مسلمان سلامتی میں ہوں۔ (ان کی جانیں، ان کے مال، ان کی عزت آبرو سلامتی میں ہو) اور مومن وہ ہوتا ہے جس سے لوگوں کے اموال اور ان کی جانیں امن میں ہوں۔ اور مہاجر وہ ہوتا ہے جو خطاؤں اور گناہوں سے ہجرت کر جائے۔ اور مجاہد وہ ہوتا ہے جو اللہ کی اطاعت کے معاملے میں نفس کے خلاف مجاہدہ کرے۔''

⊙..... ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْيَقِيْنُ الْإِيْمَانُ كُلُّهُ وَالصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيْمَانِ

''یقین پورا ایمان ہے اور صبر آدھا ایمان ہے۔''

⊙..... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ شُعْبَةً وَّالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ

''ایمان کے ستر سے زیادہ حصے ہیں اور حیا ایمان کا ایک حصہ

⊙......عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَیَاءُ وَ الْاِیْمَانُ قُرَنَاءُ جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ

''حیا اور ایمان، دونوں ساتھی ہیں، ایک رخصت ہو جاتا ہے تو دوسرا بھی رخصت ہو جاتا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بندے سے حیا رخصت ہوگئی اس سے ایمان بھی رخصت ہو گیا۔ اس لیے کہ مومن بے حیا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ دین اسلام حیا کا علمبردار ہے اور کفر بے حیائی کا علمبردار ہے۔ یہی تو بنیادی فرق ہے۔ اب اس کو تہذیبوں کو ٹکراؤ کہیں یا جو مرضی کہیں۔ ہم حیا کے امین ہیں اور کفر بے حیائی کا پرچار کرتا ہے۔

⊙......ایک اور روایت میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَ الْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّةِ

''حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان بندے کو جنت میں لے جائے گا۔''

⊙......عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَھُوَ یَعِظُ اَخَاهُ فِی الْحَیَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ

''نبی علیہ السلام انصار کے ایک آدمی کے پاس سے گزرے، وہ اپنے بھائی کو حیا کی نصیحت کر رہا تھا۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو، حیا تو ایمان میں سے ہے۔''

حیا کے بغیر تو کوئی بندہ مومن ہی نہیں ہو سکتا۔

⊙.....حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ

’’جس شخص میں تین صفتیں پائی جاتی ہوں وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کو دنیا کی باقی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں۔ اور اگر وہ کسی بندے سے محبت کرے تو وہ اللہ ہی کے لیے محبت کرے۔ اور وہ بندہ کفر کی طرف لوٹنا ایسے ہی محسوس کرے جیسے کہ آگ کے اندر ڈالا جانا اس کو محسوس ہوتا ہے۔‘‘

⊙.....حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا

’’اس بندے نے ایمان کی لذت کو چکھ لیا جو اس بات پر راضی ہو گیا کہ اللہ میرا رب ہے، اور اسلام میرا دین ہے اور محمد ﷺ میرے رسول ہیں۔‘‘

⊙.....ایک اور حدیث پاک میں ہے:

ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِيمَانَ: اَلْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ ، وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ ، وَالْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ

’’جس بندے میں تین صفات جمع ہو جائیں، اس میں ایمان جمع ہو جاتا ہے۔ انصاف کرے اپنے جی سے (یعنی وہ ہر ایک سے ساتھ اپنے من میں انصاف کرے) پورے جہان میں اسلام کو پھیلائے اور قحط کے وقت میں

اللہ کے راستے میں خرچ کرے۔''

⊙......ایک اور حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے اس بات کو اور کھولا:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ

''جو محبت کرے اللہ کے لیے، بغض رکھے اللہ کے لیے، جو دے اللہ کے لیے اور نہ دے اللہ کے لیے، اس بندے نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔''

یعنی ہر کام ہی اللہ کے لیے کرے۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد بہت بدتمیزی کر رہا تھا۔ حضرت نے اس کو بہت سمجھایا۔ بالآخر حضرت نے سوچا کہ آج ذرا اس کی پٹائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کو لگانے کے لیے جوتا اٹھایا۔ وہ کہنے لگا: حضرت! مجھے اللہ کے لیے معاف کر دیں۔ فرمانے لگے: اللہ کے لیے ہی تو تجھے مار رہا ہوں۔ ہمارے بزرگوں کا ایسا ایمان ہوتا تھا کہ وہ ہر کام اللہ کے لیے کرتے تھے۔

⊙......ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُهُمْ خِيَارُهُمْ لِنِسَائِهِمْ۔

''ایمان والوں میں سے سب سے کامل ایمان اس کا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لیے بہتر ہو۔''

بھئی! دوستی میں اچھا بن کے رہنا، اس کو کسی نے نہیں پوچھنا۔ سب سے پہلے یہ چیز پوچھیں گے کہ گھر میں بیویوں کے ساتھ سلوک کیسا تھا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش کی ہوئی ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

''اور اپنی بیویوں کے ساتھ تم اچھی زندگی گزارو۔''

دستور بھی یہی ہے کہ بندے نے جس کام کی سفارش کی ہوئی ہو، سب سے پہلے وہ اسی کے بارے میں پوچھتا ہے۔ اس لیے حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن انسان کی نیکیوں میں سے نماز سب سے پہلا عمل ہے جو نامہ اعمال میں رکھا جائے گا، نماز کے بعد حقوق العباد میں سے بیوی اور بچوں کے نان نفقہ کو رکھا جائے گا۔ سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ بیوی کے ساتھ کیسا تھا۔ آج باہر تو بہار ہوتی ہے اور گھر کے اندر بندے کا موڈ بنا ہوتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ کہتے ہیں: حضرت! پتہ نہیں کیا وجہ ہے کہ گھر میں رہتے ہیں تو دماغ گرم رہتا ہے۔ وہ اصل میں شیطان ہوتا ہے جو دماغ کو گرم کر دیتا ہے۔ اس شیطان کو پتہ ہوتا ہے کہ اگر اس نے گھر میں بیوی کو مسکرا کے دیکھا اور آگے سے بیوی نے بھی مسکرا کے دیکھ لیا تو اللہ دونوں کو مسکرا کر دیکھیں گے۔ وہ ایسی نوبت ہی نہیں آنے دیتا۔ اس لیے ان کا موڈ بنا رہتا ہے۔

⊙ ......ابو درداءؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ اَثْقَلِ فِی الْمِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ

''قیامت کے دن بندے کی نیکیوں کے پلڑے میں سب سے زیادہ بھاری عمل اس کی خوش خلقی ہوگی۔''

⊙ ......حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ وَ مُؤْمِنَةً اِنْ کَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا آخَرَ

''مومن کو نہیں چاہیے کہ مومنہ سے بغض رکھے (یعنی خاوند کو نہیں چاہیے کہ وہ بیوی سے بغض رکھے) اگر اس کی کوئی بات اس کو ناپسند ہے تو (غور کرے

کہ) اس میں کتنی باتیں ایسی ہوں گی جن کو یہ پسند کرتا ہوگا۔''

سبحان اللہ! مرشد اعظم معلم اعظم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ چونکہ طبیب تھے اس لیے بہت ہی پیاری بات بتائی۔ دیکھو! ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے کتنی مزے کی بات بتائی۔ اس حدیث پاک کو سامنے رکھ کر غور کریں کہ اگر بیوی بھی یونہی دیکھے تو دس باتیں اچھی ہوں گی تو پچاس باتیں الٹی بھی تو ہوں گی۔ گویا نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم ان کو فرشتوں کے معیار پر نہ تولو بلکہ انسانوں کے معیار پر تولو۔ ہر بندے میں اللہ نے اچھائیاں بھی رکھی ہیں اور برائیاں بھی رکھی ہیں۔ اگر اچھائیاں اچھی لگتی ہیں تو پھر برائیوں کو بھی اللہ کے لیے برداشت کر لیا کرو۔ کوئی انسان فرشتہ نہیں بن سکتا کہ اس میں سب اچھائیاں ہوں۔ کمزوریاں ہر بندے کے اندر ہوتی ہیں۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کا مزاج سخت بنا دیا ہے تو وہ جتنا بھی نرم ہو جائے اس میں سختی تو پھر بھی نظر آئے گی۔ اور جس کو نرم بنا دیا، وہ کتنا ہی سخت بن جائے، اس کے اندر پھر بھی نرمی ہوگی۔ یہ انسان کی فطرت ہے۔

فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا

مگر ہم نے دیکھا یہ ہے کہ جو عورتیں طبیعت کی ذرا سخت ہوتی ہیں (گو ان میں سختی والی کمی ہوتی ہے) مگر دوسری طرف وہی عورتیں پاک دامن بھی ہوتی ہیں۔ عزت کی حفاظت بھی وہی کر سکتی ہیں۔ تو دیکھیں! اس کمی کی وجہ سے اس کے اندر خوبی بھی ہے۔ اگر طبیعت میں سختی نہ ہوتی تو پتہ نہیں وہ اپنی عزت کی حفاظت بھی نہ کر سکتی۔ پتہ چلا کہ اس سختی کا کہیں نہ کہیں تو اچھا اثر بھی پڑتا ہے۔

اگر طبیعت کے اندر لیڈرشپ ہو تو پھر ادارے بھی وہی چلا سکتے ہیں، دوسرا بندہ تو نہیں چلا سکتا۔ کوئی اور بیوی ہوتی تو وہ مدرسے کی چپڑاسن بننے کے قابل ہوتی۔ آج اللہ نے ایسی بیوی دی جو مدرسے کی پرنسپل بنی ہوئی ہے۔ تو بھئی! اگر وہ پرنسپل بنی

ہوئی ہے تو پھر اس کی طبیعت میں کچھ چیزیں تو ایسی بھی ہوں گی جن کے ساتھ آپ کو کمپرومائز (مفاہمت) کرنا ہوگا۔

بیویوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے خاوندوں کے بارے میں یہی سوچیں۔

⊙ .....نعمان بن بشیر ؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَ تَوَادِّهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ جَسَدِهٖ بِالسَّهَرِ وَ الْحُمّٰى

''تو دیکھے گا ایمان والوں کو اپنے رحم کے معاملے میں، محبت کے معاملے میں اور نرمی کے معاملے میں، ایک جسم کی مانند ہوں گے۔ اگر ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم درد بھی محسوس کرتا ہے اور رات بھی جاگتا ہے۔''

کیا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پاؤں پہ چوٹ لگی ہو اور آنکھیں کہیں کہ یہ میرا پرابلم نہیں ہے، یہ پاؤں کا پرابلم ہے، میں سو رہی ہوں؟ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک عضو کی تکلیف پورے جسم کی تکلیف ہے اور ایک عضو کی راحت پورے جسم کی راحت ہے۔ ایمان والوں کی بھی یہی مثال ہے کہ ایک کا غم سب ایمان والوں کا غم ہوتا ہے اور ایک کی خوشی سب ایمان والوں کی خوشی ہوتی ہے۔

⊙ .....اسی سلسلے میں حضرت ابو موسیٰ ؓ نبی علیہ السلام کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا

''ایک مومن اور دوسرے مومن کی مثال دیوار کی طرح ہے، ایک سے دوسرے کو مضبوطی ہوتی ہے۔''

جیسے اینٹیں آپس میں جڑتی ہیں تو ایک مضبوط دیوار بن جاتی ہے اسی طرح جب ایمان والے دوسرے ایمان والے کے ساتھ اکٹھا ہوتے ہیں تو وہ مضبوط دیوار بن

جاتے ہیں۔

⊙ ..... حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ

''جو اللہ پر اور قیامت کے دن اللہ کے ساتھ ملنے پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ بولے تو اچھا بولے ورنہ چپ رہے۔ جو اللہ پر اور قیامت کے دن اللہ کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ پڑوسی کا اکرام کرے۔ جو اللہ پر اور قیامت کے دن اللہ کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔''

⊙ ..... ایک اور روایت میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا، اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم جنت میں نہیں داخل ہو گے جب تک کہ تم ایمان والے نہیں ہو گے اور تم ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم آپس میں محبت کرنے والے نہیں ہو جاتے۔''

اللہ کے نبی نے قسم کھا کر یہ بات ارشاد فرمائی۔ اندازہ کیجیے کہ اس زبان سے جس سے ہمیں قرآن ملا، اللہ کے محبوب ﷺ قسم کھا کر یہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ یعنی مومن رف اینڈ ٹف نہیں ہوتا بلکہ اس کے اندر محبت کرنے والا دل ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی رضا کی خاطر ہر ایک سے محبت کرتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی آنکھیں

ہر وقت دوسروں کے چہروں پر پڑتی ہیں اور ان کے اندر عیب ڈھونڈ رہی ہوتی ہیں کہ یہ بھی برا ہے، یہ بھی برا، یہ بھی برا...... اس سے بھی نفرت، اس سے بھی نفرت...... جس کے دل میں نفرتیں ہوتی ہیں اس کے دل سے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔

⊙ ...... ایک اور روایت میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کا فرمان روایت کرتے ہیں:

مَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَصَبٍ وَلَا نَصَبٍ وَلَا سَقَمٍ وَلَا حَزَنٍ حَتَّى الْهَمِّ يُهِمُّهُ إِلَّا كُفِّرَ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ

''مومن کی زندگی میں جو بیماری آتی ہے، رنج آتا ہے، تکلیف آتی ہے، اور تھکاوٹ ہوتی ہے، ہر چیز کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔''

⊙ ...... نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

''جس نے روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا (اللہ کی عبادت کے لیے) ایمان اور احتساب کے ساتھ تو اس کے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

⊙ ...... حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ۔ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِينَ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ

ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ

''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے سارے معاملے خیر ہی کے ہوتے ہیں۔ جب اس کو خوشی پہنچتی ہے اور اس پر وہ شکر ادا کرتا ہے تو اس کو اس پر اجر مل جاتا ہے اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ اس پر صبر کرلے تو اس پر بھی اس کو اجر مل جاتا ہے۔''

خوشی پر بھی اجر اور تکلیف پر بھی اجر۔

⊙ ...... حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ: رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَ آمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، وَ الْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللهِ وَ حَقَّ مَوَالِيْهِ، وَ رَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَادِيْبَهَا وَ عَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ

''تین طرح کے بندوں کو ڈبل اجر ملے گا۔ ایک وہ بندہ جو اہل کتاب میں سے تھا اور وہ پہلے نبی پر ایمان لایا تھا۔ پھر وہ نبی علیہ السلام پر ایمان لایا (تو اس کو ڈبل اجر ملا)، دوسرا غلام ہے، وہ اپنے مالک کا بھی حق ادا کرتا ہے اور مالک الملک کا بھی حق ادا کرتا ہے، (اس کو ڈبل اجر ملے گا) اور وہ جس کی بیٹی تھی، جس کو اس نے اچھی طرح ادب سکھایا، اچھی تعلیم دی، پھر اس نے اس کا نکاح کر دیا۔ اس کو بھی ڈبل اجر ملے گا۔''

یہ سب وہ باتیں ہیں جن سے ایمان مکمل ہوتا ہے، ایمان کی لذت ملتی ہے اور ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

اب کچھ باتیں ایمان کے منافی بھی سنیے۔

⊙ ......عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللِّعَانِ وَلَا الْفَحَّاشِ وَلَا الْبَذِي

''مومن طعنے دینے والا نہیں ہوتا، لعنت کرنے والا نہیں ہوتا، فحش کلامی کرنے والا نہیں ہوتا، اور بے ہودہ گوئی کرنے والا نہیں ہوتا۔''

اب اس حدیث پاک کو سامنے رکھیں اور اپنے غصے کے ان اوقات کو یاد کریں جب بیوی یا بچوں پر غصہ ہوتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟ کیا کیا الفاظ نکل رہے ہوتے ہیں؟ بعض لوگوں کی گھروں سے یہ شکایت آئی ہے کہ یہ بندہ

......نماز پڑھنے والا ہے

......تہجد پڑھنے والا ہے

......ذکر اذکار کرنے والا ہے

......عالم بن گیا ہے

لیکن جب یہ غصے میں آتا ہے تو یہ مجھے ماں باپ کی ننگی گالیاں دیتا ہے۔ اس وقت اس میں اور عام فاسق و فاجر میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ تو پھر سوچیے کہ ایمان کہاں گیا!؟

⊙ ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

''زنا کرنے والا مومن ہونے کی حالت میں زنا نہیں کرتا، اور شراب پینے والا مومن ہونے کی حالت میں شراب نہیں پیتا اور چوری کرنے والا مومن ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا''

⊙ ......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

''کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ سے، اس کی اولاد سے اور ساری دنیا کے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

⊙ ...... نبی علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

''تم میں سے کوئی بندہ کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

ہم پسند کرتے ہیں کہ اگر ہم سے کوئی غلطی ہو جائے تو لوگ ہمیں معاف کر دیں، ہم اپنے بھائی کو بھی معاف کر دیا کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے عیبوں پر پردہ ڈالیں، ہم بھی پردہ ڈالا کریں۔ لوگ ہمارے ساتھ احترام سے پیش آئیں، ہم بھی احترام سے پیش آئیں۔ جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کریں۔

⊙ ...... حضرت ابو ہریرہ ﷜ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَيْنِ

''مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔''

⊙ ...... نبی علیہ السلام کا ایک فرمان سن کر دل خوش ہوتا ہے۔ فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ النَّحْلَةِ تَاْكُلُ طَيِّبًا وَّ تَضَعُ طَيِّبًا

''مومن کی مثال شہد کی مکھی کی مانند ہے، وہ پاکیزہ چیز کھاتی ہے اور پاکیزہ چیز بناتی ہے۔''

اب تک تو تھیوری پڑھائی اور اب ذرا پریکٹیکل بھی بتا دیا تا کہ تصور واضح ہو جائے کہ مومن کون ہوتا ہے۔ مومن کا بھی شہد کی مکھی جیسا معاملہ ہے۔ وہ رزق حلال کھاتا ہے اور اچھے اعمال کرتا ہے۔ اب ہم سوچیں کہ کیا ہم شہد کی مکھی کی مانند ہیں یا گندی مکھی کی مانند ہیں۔ گندی مکھی سارے خوبصورت گھر کو چھوڑ کر گندگی اور نجاست کی طرف جاتی ہے۔ اتنے خوب صورت بدن کو چھوڑ کر وہاں بیٹھے گی جہاں زخم اور پیپ ہوگی۔ یہ عام مکھی ہوتی ہے۔ اس کی سوچ بھی گندی ہوتی ہے اور گندی ہی کی تلاش ہوتی ہے۔ اس لیے گندے مقامات پر پائی جاتی ہے۔ اسی طرح جو شخص فاجر ہوتا ہے اس کی سوچ گندی ہوتی ہے اور وہ گندے مقامات پر پایا جاتا ہے۔

......کلبوں میں پایا جاتا ہے

......سینموں اور تھیٹر میں پایا جاتا ہے

......گناہوں کی جگہ پر پایا جاتا ہے

مومن شہد کی مکھی کی مانند ہوتا ہے اور شہد کی مکھی

......باغوں میں پائی جاتی ہے

......پھولوں پر پائی جاتی ہے

......پھلوں پر پائی جاتی ہے

وہ ایسی جگہوں سے اپنی خوراک لیتی ہے اور پھر خوشبو دار اور لذیذ شہد بناتی ہے۔ Honey (شہد) اتنا پیارا کہ آج محبت کا اظہار کرنے کے لیے کہتے ہیں:

Honey! How are you?

ہنی! تمہارا کیا حال ہے؟

شہد اتنا تو مزے کا ہوتا ہے کہ اس کی مثال دینی پڑتی ہے۔ مومن کا بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اس کو بھی مثالی شخصیت بن کر رہنا چاہیے۔

⊙...... حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا: طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا، وَالدَّجَّالُ، وَ دَابَّةُ الْأَرْضِ.

''تین علامات (علاماتِ قیامت) ظاہر ہونے کے بعد ایمان فائدہ نہیں دے گا...... جب مغرب کی طرف سے سورج طلوع ہوگا، جب دجال آئے گا اور جب دابۃ الارض نکل آئے گا۔''

ان سے پہلے پہلے جو ایمان لائے گا اس کا ایمان قبول کیا جائے گا۔

اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ایمان کے بارے میں فکر مند رہتے تھے اور دعائیں مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دعا مانگتے تھے:

اَللّٰهُمَّ زِدْنَا إِيْمَانًا وَّ يَقِيْنًا وَّ فَهْمًا

''اے اللہ! ہمارے ایمان، ہمارے یقین اور دین کے فہم میں اضافہ فرما۔''

صحابی رسول رضی اللہ عنہ ہو کر یہ دعا مانگتے تھے۔ اس لیے ہمیں بھی یہ دعا مانگنی چاہیے۔

ان احادیث کو سننے سے آپ کے سامنے مومن کا ایک خاکہ واضح ہو گیا کہ ایک مومن کی پرسنلٹی (شخصیت) کیسی ہونی چاہیے؟

...... وہ محبت کرنے والا ہوگا

...... وہ خیر خواہی کرنے والا ہوگا

...... وہ اچھی سوچ رکھنے والا ہوگا

...... وہ رحیم و کریم ہوگا

اور جو بندہ

...... گالیاں دینے والا ہوگا

......لعنتیں بھیجنے والا ہوگا

......عیب جوئی کرنے والا ہوگا

......نفرتیں کرنے والا ہوگا

وہ تو پھر ایمان سے خالی ہو جائے گا۔ ہمیں ان اچھے اعمال کو کرنا چاہیے اور برے اعمال سے بچنا چاہیے۔ آج دل میں یہی نیت کرلیں کہ ہم

......اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین انسان

......بچوں کے لیے بہترین باپ

......ماں باپ کے لیے بہترین اولاد

......استاد کے لیے بہترین شاگرد

...... رشتہ دار کے لیے بہترین رشتہ دار

......ہمسائے کے لیے بہترین ہمسایہ

بن کر زندگی گزاریں گے۔ آج یہ نیت کریں اور پھر دیکھیں کہ اللہ رب العزت کیسے مدد فرماتے ہیں!

ہر لائن میں اعمالِ نبوی کی جھلک:

یاد رکھیں! جب درخت کی جڑ اچھی ہوتی ہے تو پھر اس درخت کے پھل پھول بھی اچھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جس بندے کا ایمان مضبوط ہوتا ہے، اس بندے کے اعمال بڑے اچھے ہوتے ہیں۔ پھر اس کے ہر ہر عمل میں نبوی جھلک نظر آرہی ہوتی ہے۔

......اس کے مسکرانے میں نبوی جھلک

......اس کی چال ڈھال میں نبوی جھلک

......اس کے کردار اور گفتار میں نبوی جھلک

......اس کی معاشرت میں نبوی جھلک

......اس کے معاملات میں نبوی جھلک

غرض اس کے ہر کام میں نبی علیہ السلام کے اخلاق کی جھلک نظر آ رہی ہوتی ہے۔

ایمان کو خراب کرنے والی باتیں:

یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ اعمال کرنے والے کتنے ہیں، دیکھنا یہ چاہیے کہ یقین والے کتنے ہیں۔ اعمال تو لوگ بے یقینی کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔ اس کی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں:۔

☆......کہتے ہیں: جی! آج کل تو کیا کریں، سود کے بغیر گزارہ ہی نہیں۔ ہیں بھی کلمہ پڑھنے والے۔ تو بتائیں! کدھر گیا ایمان؟

☆......بے پردہ پھرنے والی عورتیں کہتی ہیں: جی! کیا کریں؟ آج کل تو پردے کے ساتھ زندگی گزر ہی نہیں سکتی۔

یہ باتیں ایمان کو خراب کرتی ہیں۔

ایمان کی سلامتی کی فکر:

یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ جتنا ایمان بڑھے گا، اتنا ہی ایمان کی فکر بڑھتی جائے گی۔ یعنی نفاق کا ڈر بڑھتا جائے گا کہ کہیں یہ پیالہ چھلک نہ جائے۔ اللہ کے وہ بندے جن کے دل میں احد پہاڑ کے برابر ایمان ہے وہ آج اتنے خائف اور ترساں ہیں کہ جیسے انہیں ہر لمحے اپنے مرتد ہونے کا خوف ہوتا ہے اور وہ جن کے دلوں میں ذرہ برابر ایمان ہوتا ہے وہ اس بات پر مست ہیں کہ ہم تو ایمان کے ساتھ دنیا سے

جائیں گے۔

یہ ایمان کا کمال ہی تو تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو فکر لگ گئی۔ کیا کہا؟ کہا: نَــافَــقَ حَـنظَلَة ''حنظلہ منافق ہو گیا۔''

ایک مرتبہ سفیان ثوری رو رہے تھے۔ ایک دوست نے پوچھا: حضرت! کیا آپ سے کوئی گناہ ہو گیا ہے؟ ان کے سامنے گندم کا دانہ پڑا تھا۔ انہوں نے وہ دانہ اٹھا کر اس کو دکھایا اور فرمایا: دیکھو! جتنا یہ گندم کا دانہ ہے، میں نے اپنے ارادے سے اپنے اللہ کی اتنی بھی نافرمانی نہیں کی۔ اس نے پوچھا: پھر آپ روتے کیوں ہیں؟ کہنے لگے: رو اس بات پر رہا ہوں کہ اللہ نے یہ ایمان والی جو نعمت دی ہے، پتہ نہیں یہ موت تک محفوظ رہے گی یا نہیں رہے گی۔

سچے رب کے سچے وعدے...... مگر کس کے لیے؟

یہ بات لکھ لیں کہ جو بندہ اللہ کے وعدوں پر یقین کرے گا وہ اپنی زندگی میں اللہ کے ان وعدوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھے گا۔ اب جو شک کرتا ہے وہ محروم رہے گا، مثال کے طور پر:

☆...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مشہور واقعہ ہے۔ بچے کو اللہ کے حکم پر پانی میں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ ہم اس کو واپس لوٹائیں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بیٹے کو واپس لوٹا دیا۔ اللہ کا وعدہ پورا ہو گیا۔

☆...... نبی علیہ السلام کو قریش مکہ، مکہ مکرمہ میں رہنے نہیں دیتے تھے۔ نبی علیہ السلام غلاف کعبہ کو پکڑ کر روتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں۔: دل جدا ہونے کو نہیں چاہتا۔ لوگ رہنے نہیں دیتے اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جدا نہیں ہونا چاہتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ

آیت نازل فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَآدُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ

''بے شک جس نے آپ پر قرآن اتارا وہ آپ کو آپ کے ٹھکانے پر واپس لوٹائے گا۔''

لوگوں نے وہ وقت بھی دیکھا جب اللہ کے پیارے حبیب ﷺ سواری پر سوار ہیں۔ فاتح بن کر مکہ میں داخل ہو رہے ہیں اور فرما رہے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَاب......

جو اللہ کے وعدوں پر بھروسہ کرتا ہے، وہ اپنی زندگی میں ان وعدوں کو پورا ہوتے ہوئے ضرور دیکھتا ہے۔ یہ کسی بندے کا وعدہ تھوڑا ہے!...... بے وفا کہیں کے! ...... موقع پرست قسم کے!...... نہیں! بلکہ یہ خدا کے وعدے ہیں۔ اس لیے اللہ کے وعدوں پر بندے کا ٹھوس یقین ہونا چاہیے۔

ایمان بنانے کی جگہ:

جب انسان دنیا میں آتا ہے تو اس کو سب سے پہلی نصیحت بھی ایمان کی کی جاتی ہے اور سب سے آخری وصیت بھی ایمان کی کی جاتی ہے۔ وہ کیسے؟ بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلا کام یہ کرتے ہیں کہ کان میں اذان دیتے ہیں۔ تو یہ اذان دینا کس کی طرف دعوت دینا ہے؟ ایمان کی دعوت ہے۔ اللہ کی عظمت اور بڑائی کی دعوت ہے۔ اور جب دنیا سے جانے لگتا ہے تو اس وقت کے لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا:

لَقِّنُوا مَوْتَاكُم ''تم اپنے مرنے والوں کو کلمے کی تلقین کرو۔''

تو آخری وصیت کون سی ہوئی؟ ایمان کی۔ جب آیا تھا تب بھی ایمان کی نصیحت اور جب جا رہا ہے تو بھی ایمان کی تلقین۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا ایمان بنانے کی

جگہ ہے۔ہم سارے یہاں ایمان بنانے کے لیے آئے ہیں۔اور اگر ایمان بن گیا تو بندہ کامیاب ہو گیا۔

اللہ کے وعدوں پر یقین رکھیے:

ہم اسباب پر یقین رکھنے کی بجائے مسبب الاسباب کے وعدوں پر یقین رکھیں۔ہم امام الانبیاء ﷺ کے امتی ہیں اور پہلے تمام انبیا کو حق مانتے ہیں۔اب ہمارا حق یہ بنتا ہے کہ ہم

......حضرت شعیب علیہ السلام کو سچا ماننے کی وجہ سے تجارت سے کچھ نہ ہونے کا یقین

......حضرت نوح علیہ السلام کو سچا ماننے کی وجہ سے اکثریت سے کچھ نہ ہونے کا یقین

......حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان رکھنے کی وجہ سے بلڈنگز اور عمارات سے کچھ نہ ہونے کا یقین

......حضرت یوسف علیہ السلام پر ایمان رکھنے کی وجہ سے وزارت سے کچھ نہ ہونے کا یقین

......حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے کی وجہ سے فرعون بادشاہوں سے کچھ نہ ہونے کا یقین

اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ہم اسباب کی نفی اس طرح سے کریں جس طرح انسان بتوں کی نفی کیا کرتا ہے۔پتھر کے بتوں کی نفی آسان ہے کہ جی یہ نفع نقصان نہیں دے سکتے۔آج تو

......دفتر سے پلنے کا یقین ہے

......کاروبار سے پلنے کا یقین ہے

......تجارت سے پلنے کا یقین ہے

......زراعت سے پلنے کا یقین ہے

.....حکومت سے پلنے کا یقین ہے
نماز چھوڑ دیتے ہیں، کاروبار نہیں چھوڑتے۔ کیونکہ کاروبار پر یقین ہوتا ہے کہ اس سے پلیں گے۔ اگر اللہ سے پلنے کا یقین ہوتا تو ہم اللہ کے لیے ہر چیز چھوڑ دیتے۔ شریعت یہ نہیں کہتی کہ تم اسباب اختیار ہی نہ کرو، بلکہ شریعت کہتی ہے کہ تم اسباب اختیار کرو مگر ان کو موثر نہ سمجھو، اللہ کی ذات پر نظر رکھو کہ اگر اللہ کو راضی کروں گا تو وہ اس میں خیر ڈال دیں گے اور اگر اللہ کو راضی نہیں کروں گا تو وہ میرے لیے اس میں شر ڈال دیں گے۔ بس! نظر اللہ پر رہے۔

اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ فائدہ یہ ہوگا کہ اگر کہیں اسباب، اللہ کے راستے میں رکاوٹ بنیں گے تو بندہ ان اسباب پر قدم رکھ کر آگے چلا جائے گا اور سمجھے گا کہ میری منزل کوئی اور ہے۔ اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ اکثریت سے نگاہیں ہٹالو اور اللہ پر نظریں جمالو۔ اگر اللہ کے غیر پر نظریں جمائیں گے تو ہماری دنیا اور آخرت دونوں خطرے میں پڑ جائیں گی۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے ناامیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

کفر کس کا نام ہے؟ مخلوق پر تو بھروسہ ہے خدا پر بھروسہ نہیں۔

بچوں کو ایمان سکھانے کی فکر:

ہمارے اسلاف اپنے بچوں کو بھی ایمان اور یقین سکھاتے تھے۔

جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تو ان کے ماں باپ نے سوچا کہ ہم اپنے بچے کی ایسی تربیت کریں گے کہ ہمارا بچہ مومن کامل بن کر زندگی گزارے گا۔ چنانچہ انہوں نے بڑی ترکیبیں سوچیں۔ حتی کہ بچہ مدرسے

جانے کے قابل ہو گیا۔

ایک دن جب وہ مدرسے سے واپس آیا تو کہنے لگا: امی! بھوک لگی ہے۔ ماں نے کہا: بیٹا! ہمیں بھی اللہ تعالیٰ روزی دیتے ہیں، ہم بھی اسی سے مانگتے ہیں، تم بھی اللہ سے مانگو۔ بچے نے پوچھا: امی! میں اللہ سے کیسے مانگوں؟ کہا: بیٹا! وضو کر کے مصلے پر بیٹھ جاؤ۔ بچہ مصلے پر بیٹھ گیا۔ پھر کہا: بیٹا! دعا مانگو۔ بچے نے دعا مانگی: اللہ! میں مدرسے سے آیا ہوں، مجھے بھوک لگی ہوئی ہے، امی ابو کو بھی آپ ہی روزی دیتے ہیں، مجھے بھی روٹی دے دیں۔

دعا مانگ کر کہنے لگا: امی! اب کیا کروں؟ ماں نے کہا: بیٹا! اندر کمرے سے ڈھونڈو! اللہ نے کہیں بھیج دی ہو گی...... دراصل ماں کھانا پکا کر کہیں چھپا چکی تھی...... وہ بچہ کمرے میں گیا۔ اس کو وہاں کہیں نہ کہیں روٹی کی مہک محسوس ہوئی اور اس نے روٹی نکال لی۔ اس نے روٹی کھائی اور بہت خوش ہوا۔

اب بچے کے اندر ایک تجسس پیدا ہوا، چنانچہ پوچھنے لگا: امی! اللہ تعالیٰ سب کو روزی دیتے ہیں؟ کہا: ہاں۔ پھر پوچھا: انسانوں کو بھی؟ جواب ملا: جی ہاں۔ پوچھا: جانوروں کو بھی؟ جواب ملا: جی ہاں۔ پوچھا: پرندوں کو بھی؟ جواب ملا: جی ہاں۔ پھر پوچھا: امی! اللہ کتنے بڑے ہیں؟ اس نے جواب دیا: اللہ بہت بڑے ہیں۔

اگلے دن پھر یہی ہوا کہ وہ جب مدرسے سے واپس آیا تو اس نے وضو کر کے مصلےٰ بچھایا اور دعا مانگی۔ پھر کھانا تلاش کرنے پر کھانا بھی مل گیا۔ اب جب بچے کو روز روٹی ملنا شروع ہوئی تو اس کے دل میں اللہ کے بارے میں اور بھی زیادہ پیار پیدا ہوا۔ وہ بڑی محبت سے اللہ کا نام لیتا کہ اللہ کتنے پیارے ہیں، سب کو دیتے ہیں، خود نہیں کھاتے، بندوں کو کھلاتے ہیں۔ اور ماں اپنے بچے کو اللہ کی عظمت سکھاتی۔ ماں بڑی خوش تھی کہ میرے بچے کے دل میں اللہ کی محبت اور عظمت بڑھ رہی ہے۔

اللہ کی شان دیکھیں کہ ایک دن اس کی والدہ کسی تقریب کے سلسلے میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں چلی گئی۔ وہاں مشغولیت ایسی ہوئی کہ وقت زیادہ ہو گیا۔ جب ٹائم دیکھا تو بچے کے آنے کا وقت ہو چکا تھا اور ماں نے کھانا پکا کر رکھا ہوا نہیں تھا۔

اب ماں پریشان بھی ہوئی اور برقع لے کر تیز قدموں سے چلنے لگی۔ اب وہ دعا مانگ رہی ہے، آنسو بھی آ رہے ہیں، کہہ رہی ہے: اللہ! میں نے تو اپنے بچے کا یقین آپ کی ذات پر بنانے کے لیے یہ حربہ اختیار کیا تھا، کہیں میرے بچے کا یقین نہ ٹوٹ جائے۔ میری محنت پر کہیں پانی نہ پھر جائے۔ جب وہ دعائیں مانگتے مانگتے گھر پہنچی تو دیکھا کہ بچہ آرام سے بستر پر سویا ہوا ہے۔ ماں نے سوچا کہ اس کو سونے دیتی ہوں، پہلے روٹی پکا لیتی ہوں۔ جب روٹی پکائی تو واپس آ کر اپنے بیٹے کے رخسار پر بوسہ لیا اور کہا: بیٹا! آج تو تمھیں بڑی بھوک لگی ہوئی ہوگی۔ بیٹا اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: امی! نہیں۔ پوچھا: کیوں بیٹا؟ وہ کہنے لگا: امی! میں مدرسے سے واپس آیا تھا اور میں نے مصلے بچھا کر دعا مانگی: اللہ! بھوک بھی لگی ہوئی ہے اور آج تو امی بھی گھر پہ نہیں ہے، اللہ! مجھے روٹی دے دیجیے۔ اس کے بعد میں کمرے میں گیا اور مجھے ایک جگہ پر روٹی پڑی ہوئی مل گئی۔ لیکن امی! جو لذت مجھے آج ملی ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں آتی تھی۔

(اس آخری جملے پر حضرت دامت برکاتہم العالیہ آبدیدہ ہو گئے)

سبحان اللہ! ہمارے اسلاف اپنے بچوں کا ایمان ایسے بناتے تھے۔ کیا ہم نے بھی اپنی اولاد کا ایمان بنانے کی یوں فکر کی ہے؟ ہم کس بات کا گلہ کرتے ہیں!؟ کیا ہم نے انہیں کبھی ایسے ماحول میں بھیجا ہے جہاں ایمان بنتا ہے؟ وہ سکول اور کالجوں سے ایمان تھوڑا سیکھیں گے۔ ایمان تو اللہ کے راستے میں اللہ والوں کی صحبت میں سیکھا جاتا ہے۔ اس کے لیے ہمیں وقت فارغ کرنا مصیبت نظر آتا ہے۔

ایمان بنانے کے دو طریقے

ایمان بنانے کے دو طریقے ہیں:۔

(۱) ایمان کی دعوت کثرت سے دینا:

ایمان کی دعوت کثرت سے دینا۔ جب بندہ کوئی بات کرتا رہتا ہے، دن رات، صبح شام، تو اس کے اپنے دل میں اس بات کا یقین آجاتا ہے۔ ایسے ہی انسان ایمان کی دعوت دیتا ہے تو اس کے دل میں ایمان پختہ ہوجاتا ہے۔

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا

دن رات یہی دعوت ؏

جہاں جاتے ہیں تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں

مومن جہاں بھی بیٹھے، بس اللہ کی بات چھیڑ دے۔ اللہ کے وعدوں پر یقین کی باتیں کرے، اللہ کی عظمت بیان کرے، اللہ کی کبریائی بیان کرے۔ بس لب لباب چیت کا عنوان ہی یہی ہو۔ گھر میں بیٹھے تو بھی یہی باتیں کرے اور دوستوں میں بیٹھے تب بھی انہی باتوں سے رطب اللسان رہے۔ جتنی زیادہ اس عنوان پر باتیں کریں گے اتنے زیادہ اپنے دل پر اثرات پکے ہوں گے،

صحابہ کرام ﷺ کی ایمانی کیفیت:

صحابہ کرام ﷺ کا ایمان بہت ہی ٹھوس اور پکا تھا۔ مثال کے طور پر:

☆......سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے تھے:

''میرا آخرت کے اوپر ایمان اتنا پکا ہے کہ اگر جنت اور جہنم میری آنکھوں کے سامنے آجائیں تو میرے ایمان میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہ ہوگا۔

ان حضرات کو حق الیقین حاصل تھا۔ اس لیے کہ وہ زندگی بھر اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیا کرتے تھے۔

☆...... حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

مَرَرْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا حَارِثُ؟ قُلْتُ، أَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا، فَقَالَ: اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ! فَإِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ حَقِيْقَةً فَمَا حَقِيْقَةُ إِيْمَانِكَ؟ قُلْتُ: قَدْ عَرَفْتُ نَفْسِي عَنِ الدُّنْيَا وَاسْهَرْتُ لِذٰلِكَ لَيْلِي أَظْمَأْتُ نَهَارِيْ وَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى عَرْشِ رَبِّيْ بَارِزًا وَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا وَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغُوْنَ فِيْهَا فَقَالَ: يَا حَارِثُ! عَرَفْتَ فَالْزَمْ قَالَهَا ثَلَاثًا

''میں نبی علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو نبی علیہ السلام نے پوچھا: اے حارث! تو نے صبح کیسے کی؟ (آج کی دنیا کے لوگ کہتے ہیں: صبح بخیر، یا گڈ مارننگ، لیکن اللہ کے پیارے نبی علیہ السلام نے یہ سوال پوچھا) میں نے کہا: (اب ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا جواب سنیے) اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے پکے ایمان کے ساتھ صبح کی ہے۔ (ہمارا ایمان بھی ایسا ہو تب بات بنے گی) نبی علیہ السلام نے فرمایا: دیکھ! کیا کہہ رہا ہے؟ ہر چیز کی ایک حقیقت (دلیل) ہوتی ہے، تیرے ایمان کی کیا حقیقت (دلیل) ہے؟ میں نے کہا: میں نے اپنے نفس کو دنیا سے الگ کر لیا، میں نے دن میں روزہ رکھا، رات میں عبادت کی اور اس حال میں رہا کہ جیسے میں اللہ کے عرش کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اور میں اہل جنت کو جنت کے اندر زندگی گزارتے دیکھ رہا ہوں اور جہنم میں جہنم والوں کو چیخ و پکار کرتے دیکھ رہا ہوں۔ (یہ سن کر) نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے حارث! تو نے حقیقت کو پہچان لیا،

اس کے اوپر جمار و، اللہ کے نبی ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات کہی۔"

ایسا ایمان ہونا چاہیے کہ انسان اپنے آپ کو عرش کے سامنے دیکھے اور یہ سوچے کہ اگر میں نیک اعمال کروں گا تو جنت میں جاؤں گا۔ اور اگر برے اعمال کروں گا تو بالآخر جہنم کے اندر جلوں گا۔

کلماتِ کفر:

آج یہ ایمان گنوالینا بہت آسان ہے۔ انسان چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ یہ بات ذرا توجہ سے سن لیجیے۔ جب کسی چیز کی اہمیت سامنے ہو تو پھر انسان اس چیز کو ضائع ہونے سے بچالیتا ہے اور جب کسی چیز کی اہمیت سامنے نہ ہو تو پھر انسان اس چیز کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔ اس لیے ہمارے دلوں میں بھی ایمان کی اہمیت ہونی چاہیے۔ پھر ہم اس کے ضائع ہونے سے محتاط رہیں گے۔ آج کل ایمان ضائع ہونے کے لیے ایسے کلمات بولے جاتے ہیں کہ بولتے وقت یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں ...... نقل کفر کفر نباشد ...... وہ چند کلمات جن سے انسان ایمان کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے، ان لیجیے۔

- ...... کسی بندے نے پوچھا: کہاں رہتے ہو؟ جواب دینے والے نے کہا: وہ! فلاں جگہ۔ وہ سن کے یہ کہتا ہے: او! خدا کے پچھواڑے۔ فَقَدْ کَفَرَ۔ وہ کافر ہو گیا۔ یعنی جس بندے نے کہا: "خدا کے پچھواڑے۔" وہ کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خدا کا پچھواڑا تو کوئی نہیں ہو سکتا۔ شیطان ایسے الفاظ زبان سے نکلوا دیتا ہے۔ کبھی غصے میں کبھی تکبر میں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مالابدمنہ" میں ارشاد فرماتے ہیں:

- ...... اگر گوید آدم علیہ السلام اگر گندم نمی خورد ما بد بخت نمی شدیم کافر شد

''اگر کسی نے کہا کہ اگر آدم گندم نہ کھاتے تو میں بد بخت نہ ہوتا، کافر ہو گیا۔''

⊙ ..... اگر گفت نماز با جماعت بگوار و گفت اِنَّ الصَّلٰوۃ تنہا کافر شد

''اگر کسی نے کسی کو کہا: بھئی! با جماعت نماز پڑھو، اس نے آگے سے جواب دیا، نماز تنہا یعنی اکیلی ہے تو وہ کافر ہو گیا۔''

کیونکہ اس نے قرآن مجید کی آیت کا غلط مطلب لیا۔

⊙ ..... اگر شخصے بر دیگرے ظلم کرد و مظلوم گفت اے خدا تو از وے مپذیر اگر تو از وے بپذیری من نہ پذیرم کافر شود

''اگر ایک آدمی نے دوسرے پر ظلم کیا اور مظلوم نے کہا: اے اللہ! تو اس بندے سے انتقام لے، اس کو معاف نہ کر، اللہ! اگر تو اس کو معاف کر دے گا تو میں اس کو معاف نہیں کروں گا، وہ کافر ہو گیا۔''

⊙ ..... اگر گوید من از ثواب و عذاب بیزارم کافر گردد۔

''اگر کہا کہ میں ثواب و عذاب سے بیزار ہو گیا ہوں تو کافر ہو گیا۔''

⊙ ..... اگر درحق باقی در دیگ بگوید وَالباقیات الصالحات کافر شود

''اگر دیگ میں کچھ باقی رہ گیا اور کوئی اس کو دیکھ کر کہتا ہے: والباقیات الصالحات، تو وہ کافر ہو گیا۔

بھئی! دین کوئی مذاق کی جگہ ہے۔

⊙ ..... اگر مردے بسم اللہ گفتہ شراب خورد یا زنا کرد کافر شود

''اگر کسی بندے نے بسم اللہ پڑھ کر شراب پی یا زنا کیا، وہ کافر ہو گیا۔''

⊙ ..... اگر رمضان آمد و گفت کہ رنج بر سر آمدہ کافر شود

''اگر رمضان کا مہینہ آیا اور کسی نے کہا: مصیبت سر پر آ گئی تو وہ کافر ہو گیا۔''

⊙ ..... اگر کسے گوید حکم خدا چنیں است آں کس گفت کہ حکم خدا را من چہ دانم کافر شود

''اگر کسی کو بتایا کہ اللہ کا حکم ایسے ہے اور اس نے آگے سے کہا: میں خدا کے حکم کو کیا مانتا ہوں، تو وہ کافر ہو گیا۔''

⊙ ......اگر آرزو کند و گوید کاش کہ زنا یا قتل ناحق حلال بودے کافر شود

''اگر اس نے آرزو کی اور یہ بات کہی: کاش! زنا یا ناحق قتل کرنا حلال ہوتا، تو وہ کافر ہو گیا۔''

بھئی! بندگی، بندگی ہے۔ شریعت کا احترام اپنی جگہ پر ہے۔ اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا: بھئی! یہ شریعت کی بات ہے اور اگلے نے آگے سے کہہ دیا: رکھ پرے شریعت کو، تو وہ کافر ہو گیا۔

⊙ ......اگر گفت کہ فلاں اگر نبی باشد بوے ایمان نیارم کافر شود

''اگر کسی نے کہا کہ ''فلاں بندہ نبی بھی ہوتا تو میں اس پر ایمان نہ لاتا تو وہ کافر ہو گیا''

⊙ ......اگر صدقہ کرد از مال حرام و امیدواری ثواب کرد کافر شود

''اگر مال حرام سے اس نے صدقہ کیا اور ثواب کی امید رکھی، تو وہ کافر ہو گیا۔''

مال حرام اور اس پر ثواب کی امید!!

⊙ ......اگر فقیری داند کہ از حرام دادہ است و برائے او دعا کردہ و صدقہ دہندہ آمین گفت کافر شود

''اگر فقیر کو پتہ ہے کہ اس نے حرام مال مجھے دیا ہے اور صدقہ دینے والے کے لیے فقیر نے دعا دی تو وہ کافر ہو گیا۔''

⊙ ......اگر شخصے زنے را گفت کہ مرتد شود دریں صورت از شوہر خود جدا شوی گویندہ کافر شود

''اگر کسی مرد نے عورت سے کہا کہ تو مرتد ہو جا تو اسے اس شوہر سے خود بخود طلاق ہو جائے گی، وہ آدمی کافر ہو جائے گا۔''

⊙.....اگر گفت کہ مرا با مجلسِ علم چہ کار یا گوید آنچہ علماء می گویند کہ می تواند کرد کافر شود

''اگر کسی نے یہ کہا کہ مجھے علمی مجالس سے کیا سروکار ہے،......وہ کافر ہو گیا۔''

اللہ اکبر! علما کا استخفاف کرنا، علم کا استخفاف ہے اور علم کا استخفاف دین کا استخفاف ہے۔

⊙.....اگر می گوید زر می باید علم بچہ کار می آید کافر شود

''اگر کسی نے کہا: مجھے تو پیسہ چاہیے، علم کس کام کا، وہ کافر ہو گیا۔''

⊙.....اگر گوید اینہا کہ علم می آموزند داستانہاست یا تزویراست یا گوید من حیلہ دانش مندان را منکرم کافر شود

''اگر کہا کہ یہ جو علم سکھاتے ہیں (مدارس میں)، یہ تو داستانیں، میں دانش مندوں کے حیلے کا منکر ہوں، وہ کافر ہو گیا۔''

⊙.....مرد مدیون را گفت زر من در دنیا بدہ کہ در آخرت زر نخواہد بود و در جواب گفت کہ دہ دیگر بدہ در آخرت از من بگیری آنجا خواہم داد کافر شود

''ایک بندے نے کسی کو قرض دیا تھا، اس نے کہا: بھئی! مجھے میرا پیسہ یہیں دنیا میں دے دو، مجھے آخرت میں نہیں چاہیے، اس نے جواب میں کہا: اگر اور بھی پیسے ہیں تو دے دو، سب آخرت میں لے لینا، وہ کافر ہو گیا۔''

کہ وہ آخرت کے عذاب کو اتنا ہلکا سمجھتا ہے کہ کہہ رہا ہے کہ میں آخرت کا عذاب بھگت لوں گا۔

⊙.....اگر حرام قطعی را حلال گوید یا حلال قطعی را حرام یا فرض را فرض نداند کافر شود

''اگر حرام قطعی کو حلال کہا، یا حلال قطعی کو حرام کہا، یا فرض کے بارے میں کہا کہ یہ فرض نہیں ہے، کافر ہو گیا۔''

⊙ ......از محال دانستن دیدار خدا کافر شود

''اگر یہ کہے کہ خدا کا دیدار محال ہے تو وہ کافر ہو گیا۔''

⊙ ......اگر کسے گفت من مسلمانم و دیگرے گفت لعنت بر تو و بر مسلمانی تو کافر شود

''اگر کسی نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور دوسرے نے جواب دیا کہ تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے، وہ کافر ہو گیا۔''

⊙ ......شخصے اذان می گوید دیگرے گفت دروغ گفتی کافر شود

''ایک شخص نے اذان دی، دوسرے نے کہا: جھوٹ بولتا ہے، وہ اس بات کے کہنے پر کافر ہو گیا۔''

⊙ ......اگر پیغمبر ﷺ را عیب کرد یا موئے مبارکش را مویک گفت کافر شود

''اگر پیغمبرِ اسلام ﷺ میں کسی نے چھوٹا سا بھی عیب نکالا یا......وہ کافر ہو گیا۔''

⊙ ......اگر کسے دیگرے را گفت تو کافر شدی او جواب داد کہ کافر شدہ گیر کافر شود

''اگر کسی نے کسی کو کہا کہ تو کافر ہو جا، اس نے جواب دیا کہ ہاں کافر ہو گیا ہوں، تو وہ کافر ہو جائے گا۔''

⊙ ......اگر گفت مرا زن از حق تعالیٰ محبوب تر است کا شد

''کسی نے کہا کہ مجھے یہ عورت (لڑکی یا بیوی) اللہ سے بھی زیادہ محبوب ہے، وہ کافر ہو گیا۔''

اور آج کیا کہتے ہیں؟......نقلِ کفر، کفر نہ باشد

''تو میرا دین ایمان سمان''

ایسی بات کہنے سے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔

◎..... اگر گوید مرا بر آسماں خداست و بر زمین تو کافر شود

''اگر کسی نے کہا کہ آسمان پر میرا خدا اللہ ہے اور زمین پر تو ہے، تو وہ کافر ہو گیا۔''

اب مسائل کا حاصل یہ ہے کہ جن کے دل میں ایمان کی اہمیت بیٹھ جائے گی وہ بہت ہی محتاط گفتگو کرنے والے لوگ بن جائیں گے۔ وہ کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جس سے ایمان کے اندر کوئی خلل آجائے۔

آج کل تو کفار نے جان بوجھ کر ہمارے معاشرے میں ایسے فقرے پھیلا دیے ہیں کہ جن سے انسان کے دل سے ایمان اور قرآن کی اہمیت ہی ختم ہو جائے۔ مثال کے طور پر:

◎..... ایک بندے کے پیٹ میں گندی ہوا کی وجہ سے گڑگڑ ہو رہی ہے، تو کیا کہتے ہیں؟ ..... نقل کفر، کفر نہ باشد ..... وہ کہتے ہیں:

آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں۔

یہ ملحدانہ ذہن ہے جو مسلمان کے ذہن سے قرآن کی اہمیت کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ غور تو کریں کہ گندی ہوا کی موومنٹ (حرکت) پر قل ھو اللہ کا گمان! ..... اب آپ غور کریں کہ ایمان کتنا اہم ہے!

◎..... اگر کوئی آدمی کسی کو گالیاں دے رہا ہو تو اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ

''وہ اس کو صلواتیں سنا رہا ہے۔''

ہم ایک منیجر صاحب کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے اپنے فورمین صاحب کو بلایا۔ اس فورمین نے ایسی زہریلی بات کہی کہ وہ بات سن کر مجھے پسینہ آگیا۔ منیجر صاحب نے پوچھا: کیا حال ہے، فورمین صاحب! آگے سے بڑے تکبر کے انداز میں

کہنے لگا:

''اگے تے بچی ملنی سنداسی، پتہ نہیں کتھے ٹر گیا، ہن تے سنداوی نئیں، میں وی نماز اں پڑھنیا چھڈ دتیاں نیں۔''

اندازہ کریں کہ وہ اللہ کے بارے میں یہ الفاظ کہہ رہا تھا، بالکل ایسے جیسے کسی بچے کی بات کر رہا تھا۔ کدھر گیا ایمان اس کا!!!

اس دور میں ایمان کا ضائع ہونا بڑا آسان ہے۔ اس لیے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: قرب قیامت میں ایسا وقت آئے گا کہ تو دیکھے گا کہ ایک آدمی صبح اٹھے گا تو وہ ایمان والا ہوگا اور شام کو سونے کے لیے بستر پر جائے گا تو ایمان سے خالی ہو چکا ہوگا۔

يُصْبِحُ مُؤْمِناً وَّ يُمْسِيْ كَافِرًا

اس لیے دل میں ایمان کی اہمیت پیدا کرنی چاہیے اور ہم ایمان کو مضبوطی سے اضبط کرنے کے لیے فکر مند رہیں۔ ایمان کو مضبوط سے اضبط کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو ایمان کی دعوت دیجیے۔ یہ جو دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں ہمارے بھائی کہتے ہیں: نکلو ایمان کی دعوت دو۔ وہ یہی تو ہے کہ مسجد کے ماحول میں رہ کر ''اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین'' کے الفاظ کو اگر بار بار کہیں گے تو اپنے دل میں یقین اتر جائے گا۔

(۲)......اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا:

ایمان سیکھنے اور اسے مضبوط سے اضبط کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کی کثرت کی جائے۔ اگر انسان اپنے مقام پر رہتے ہوئے کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ کی ایسی عظمت اور محبت دل میں آجاتی ہے کہ پھر انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ یقین پختہ ہو جاتا ہے۔

اکابر کی مثالیں:

ہمارے اکابر کا کثرتِ ذکر کی وجہ سے یقین بنا۔ مثال کے طور پر۔

۞......رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس ایک مرتبہ مہمان آ گئے۔ کھانے کا وقت ہو گیا۔ خادمہ سے پوچھا: کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ کہنے لگیں: اچھا! اللہ نے مہمان بھیجے ہیں تو کھانا بھی وہی بھیجے گا۔

تھوڑی دیر کے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ باہر سے ایک آدمی نے کہا: کھانا لایا ہوں۔ خادمہ نے جا کر کھانا پکڑا اور لے آئی۔ پوچھا: کتنی روٹیاں ہیں؟ اس نے کہا: جی! نو روٹیاں ہیں۔ کہنے لگیں: مہمان دس ہیں اور روٹیاں نو ہیں، یہ میری نہیں ہیں، کسی اور کی ہیں، واپس لے جاؤ۔ خادمہ نے واپس کر دیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد کسی نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا تو پتہ چلا کہ کوئی کھانا لایا ہے۔ فرمایا: روٹیاں گنو! بتایا: جی! نو ہیں۔ فرمایا: میری نہیں ہیں، واپس لے جاؤ۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ کہا: روٹیاں گنو! اس نے بتایا: نو ہیں۔

اب خادمہ نے کہا: جی! اب تیسری مرتبہ وہ لے کر آیا ہے، آپ ہر دفعہ واپس کر رہی ہیں، اب تو لے ہی لیں۔ انہوں نے فرمایا:

''سن! میں نے آج صبح اللہ کے راستے میں سائل کو ایک روٹی دی تھی، اور میرے اللہ کا وعدہ ہے: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾

''جو ایک نیکی لائے گا اس کو اس کا دس گنا بدلہ ملے گا۔'' اس لیے میری دس روٹیاں ہونی چاہئیں۔''

خادمہ نے ہاتھ جوڑ کے کہا: جی! وہ دس ہی لے کر آیا تھا، ایک روٹی میں نے اپنے کھانے کے لیے رکھ لی تھی۔

اللہ کی ذات پر ان کا اتنا یقین بنا ہوا تھا کہ فرمایا: میری دس ہی روٹیاں ہو سکتی

ہیں، کم نہیں ہو سکتیں۔

✿..... جب تاتاری فتنہ غالب آیا تو لوگوں کی کسمپرسی کا یہ حال تھا کہ تاتاری جس شہر میں بھی جاتے تھے، وہ اس شہر کو خالی کر دیتے تھے۔ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ اس علاقے میں تھے۔ جب ان کو پتہ چلا کہ تاتاری آ رہے ہیں تو وہ اپنے گھر سے اٹھ کر مسجد میں چلے گئے۔

شہزادے نے پوچھا: کیا پورے شہر میں کوئی آدمی بچا ہے؟ سپاہیوں نے کہا: سارا شہر خالی ہو گیا ہے، البتہ ایک بوڑھا آدمی شہر میں ہے۔ اس نے حکم دیا: اس کو زنجیروں میں باندھ کر پیش کرو۔ چنانچہ ان کو بیڑیاں ڈال دی گئیں، زنجیریں باندھ دی گئیں، ہتھ کڑیاں لگا دی گئیں۔ اور اس حالت میں ان کو شہزادے کے سامنے پیش کیا۔

شہزادے نے پوچھا: آپ نے شہر خالی کیوں نہیں کیا؟ انہوں نے کہا: میں نے اپنے گھر کو تو خالی کر دیا تھا، اب تو میں خدا کے گھر میں تھا، اور میں خدا کے گھر کو تو خالی نہیں کر سکتا۔ شہزادے نے جب یہ سنا تو کہنے لگا: اب تجھے میری سزا سے کون بچائے گا؟ حضرت کا اتنا یقین بنا ہوا تھا کہ جیسے ہی شہزادے نے کہا کہ اب تجھے میری سزا سے کون بچائے گا تو فرمایا: اللہ۔ جیسے ہی انہوں نے اللہ کہا، تو فوراً ہاتھوں سے ہتھ کڑیاں ٹوٹ کر نیچے گر پڑیں۔

یہ منظر دیکھ کر شہزادے کے دل پر ہیبت بیٹھ گئی اور وہ کہنے لگا: اچھا! میں آپ کو یہاں رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اس نے ایمان قبول کیا اور پھر جب تیس سال کے بعد اس کو تخت و تاج ملا تو اس وقت اس نے اپنے ایمان کا اظہار کیا اور یوں پوری تاتاری قوم مسلمان ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاہی عطا فرما دی۔

ہمارے بزرگوں کا یہ پختہ یقین کثرت ذکر کی وجہ سے تھا۔ تو ایمان سیکھنے کے دو

ہی طریقے ہیں۔ جب باہر نکلو اللہ کے راستے میں تو دین کی دعوت دو، اس یقین بنے گا اور جب اپنے مقام پر ہو تو کثرت سے ذکر کرو، اسی سے یقین بنے گا۔

چڑیوں سے باز مروانے کا انوکھا ضابطہ:

اللہ رب العزت کا یہ ضابطہ ہے کہ چھوٹوں سے بڑوں کی پٹائی کرواتے ہیں تا کہ مشاہدے کے خلاف کام ہو اور اس سے ایمان بنے۔ مثال کے طور پر:

✿...... ماضی بعید میں دیکھنا ہو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو دیکھ لو۔ بنی اسرائیل چھوٹی سی جماعت تھی۔ اس جماعت کے بارے میں فرعون کہا کرتا تھا:

﴿ إِنَّهُمْ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ﴾

اتنے تھوڑے سے تھے کہ فرعون کی ''تک'' ہی نہیں پڑتی تھی۔ اسے اپنی طاقت پر بڑا مان تھا۔ وہ کہتا تھا:

﴿ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ﴾

''کیا تم دیکھتے نہیں میرے ملکِ مصر کو، یہ کیا ہی دریا بہتے ہیں اور میں نے آب پاشی کا نظام بنایا ہوا ہے''

قارون کے پاس اتنا مال تھا کہ اس کی چابیاں اونٹوں کو تھکا دیتی تھیں۔ لوگ دیکھ کر کہتے تھے:

﴿ يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ ﴾

''کاش! ہمارے پاس اتنا ہوتا جتنا قارون کو ملا۔''

نہ فرعون کو حکومت کام آئی اور نہ ہی قارون کو مال کام آیا۔ نتیجہ کیا نکلا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾

''اور ہم نے ارادہ کیا کہ ہم احسان کریں ان پر جو زمین میں کمزور ہیں اور ان کو ہم (زمین میں) امام اور وارث بنا دیں گے۔''

اس آیت میں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس شان سے بیان فرما رہے ہیں! کیا عظمت اور جلال ہے ان الفاظ میں! اللہ فرماتے ہیں کہ فرعون کو مان تھا اپنی حکومت پہ اور قارون کو مان تھا اپنی دولت پر۔

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے تھے: اے قوم!

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ''بے شک زمین اللہ کی ہے۔''

دیکھو! کتنی یقین بھری آواز تھی!!!

...... یہ وہ وقت ہے جب بچے ذبح ہو رہے ہیں۔

...... یہ وہ وقت ہے جب فرعون نے ان کو پیسا ہوا ہے۔

اور یہ کہہ رہے ہیں۔

﴿اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا﴾

''حضرت! آپ کے آنے سے پہلے بھی مصیبت تھی اور اب بعد میں بھی مصیبت ہے۔''

گویا ہم مصیبتوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس وقت مشاہدہ یہ بتا رہا تھا کہ ذلت ہے، لیکن اللہ کے نبی علیہ السلام یقین بھری آواز میں کہتے ہیں:

﴿اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْاٰخِرَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

''بے شک زمین اللہ ہی کی ہے، اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے ان کو وارث بنا دیتا ہے اور آخرت متقیوں کے لیے ہے۔''

بالآخر نتیجہ کیا نکلا؟ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر دیا اور بنی اسرائیل کو زمین کا

وارث بنا دیا۔

۞......ماضی قریب میں اگر آپ دیکھنا چاہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ لو۔ ابتدا میں ایک تھوڑی سی اور کمزور سی جماعت تھی۔ اور کافر کیا سوچتے تھے؟ کہ یہ ایک ٹمٹماتا چراغ ہے، اسے پھونک مار کر بجھا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کافر یہ چاہتے تھے کہ اللہ کے جلائے ہوئے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں، لیکن

﴿ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾

''اللہ نے اس نور کو مکمل کرنا تھا اگرچہ کافروں کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی۔''

نتیجہ کیا نکلا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

''یاد کرو اس وقت کو جب تم تھوڑے تھے، زمین میں کمزور تھے، تم ڈرتے تھے کہ انسان تمہیں اچک نہ لیں، اس نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تمہیں مضبوط کیا اور کھانے کو پاکیزہ رزق دیا، تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرسکو۔''

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

''کتنی بار ایسا ہوا کہ ہم نے ایک تھوڑی جماعت کو بڑی جماعت پر غالب کر دیا، اور اللہ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کیا بنے گا؟

کتنی بار ایسا ہوا کہ ہم نے چڑیوں سے باز مروا دیے۔ اور مجھے لگتا ہے کہ ہم میں سے کسی کو اللہ لمبی زندگی دے گا تو وہ بھی چڑیوں سے باز مرتے دیکھے گا۔

۞......ایک وقت ایسا بھی آیا کہ صحابہ کرام ﷺ یہ سمجھتے تھے کہ کفار کے ان قلعوں کو فتح کرنا ناممکن ہے۔ صحابہ کرام ﷺ کو بھی یہ کام مشکل نظر آتا تھا۔

بنونضیر اور بنوقریظہ کے خیبر میں قلعے تھے۔ ان کی دیواریں بہت موٹی تھیں۔ مجھے وہ قلعے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ ان کی دیواریں دو دو میٹر چوڑی تھیں۔ تاکہ کوئی نقب نہ لگا سکے اور ہم پر کوئی غالب نہ آسکے۔ ان کو اس بات پر بڑا مان تھا کہ ہم ناقابل تسخیر ہیں۔ اس لیے صحابہ کرام ﷺ بھی سمجھتے تھے کہ ان کو زیر کرنا بڑا مشکل ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو زیر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اللہ رب العزت نے ان کے دلوں میں ایمان والوں کا رعب ڈال دیا۔ چنانچہ وہ آپس میں مشورہ کرنے بیٹھے کہ یہ مسلمان جہاں جاتے ہیں وہیں غالب آجاتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ وہ ہماری طرف رخ کر لیں، پھر ہمارا کیا بنے گا؟ لہٰذا وہ کہنے لگے: یار ان کے آنے سے پہلے ہی اپنی عورتوں اور اپنے مال کو یہاں سے شفٹ کر دو۔ چنانچہ وہ اپنا سامان خود اپنے ہاتھوں سے باندھنے لگے۔

جب ایمان والوں کو اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے بھی وہاں پہنچ کر ان کے بھاگنے میں ان کی مدد کی۔ ذرا توجہ سے اللہ کا قرآن سنیں...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَ اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ

هُوَ الَّذِیْ کے الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنا تعارف کرواتے ہیں کہ میری عظمتوں کو پہچانو، میں کون ہوں؟ فرمایا:

''اللہ وہ ذات ہے جس نے اہل کتاب (یہودیوں) کو اپنے گھروں سے

تو مال بھی قیمتی، اس سے زیادہ جان قیمتی، اس سے زیادہ عزت وآبرو قیمتی اور اس سے بھی زیادہ ایمان قیمتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی یہ کہے کہ کلمے سے ہٹ جاؤ، ورنہ

...... جوتوں کے ہار پہنادوں گا

...... ذلیل کردوں گا

...... بے لباس کردوں گا

تو بھی! یہ کہا جائے گا کہ تم جو بھی کرو، سب کچھ برداشت کرلیں گے مگر کلمے سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

بن دیکھے ماننے پر انعام:

جو انسان بن دیکھے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو انعامات سے نوازتے ہیں۔

⊙ ...... ایک مرتبہ ہارون الرشید اور اس کی بیوی زبیدہ خاتون دریا کے کنارے پر چہل قدمی کررہے تھے۔ ...... اس وقت کے ایک بزرگ تھے، حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ۔ ان دونوں نے بہلول دانا کو دیکھا کہ وہ مٹی کے چھوٹے چھوٹے گھر بنارہے تھے۔ ہارون الرشید نے پوچھا: بہلول کیا کررہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: گھر بنارہا ہوں۔ پوچھا: کس لیے؟ جواب دیا: اگر کوئی یہ گھر خریدے گا تو میں دعا کروں گا کہ اللہ! اس کو اس گھر کے بدلے جنت کا گھر عطا فرمادے۔ ہارون الرشید نے پوچھا: بہلول! ایک گھر کی قیمت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ایک دینار۔

ہارون الرشید نے یہ سمجھا کہ یہ "جہاز" ہے ہواؤں میں پرواز کررہا ہے۔ لہٰذا اس نے کوئی توجہ نہ دی۔ پیچھے سے زبیدہ خاتون آرہی تھی۔ اس نے بھی آکر اسے سلام کیا اور پوچھا: بہلول! کیا کررہے ہو؟ بتایا: گھر بنارہا ہوں۔ پوچھا: کس لیے؟ بتایا: جو اس گھر کو خریدے گا میں اس کے لیے دعا کروں گا کہ اللہ اس کو جنت میں گھر عطا

فرما دے۔ پوچھا: بہلول! ایک گھر کی قیمت کتنی ہے؟ انہوں نے کہا: ایک دینار۔ زبیدہ خاتون نے اپنے پرس میں سے ایک دینار نکال کر بہلول کو دیا اور کہا: اچھا! میرے لیے دعا کر دینا۔ اس کے بعد وہ گھر چلے گئے۔

رات کو جب ہارون الرشید سویا تو اسے خواب میں جنت کے محلات نظر آئے...... سکائی لائنز آف پیراڈائز...... وہ دیکھتا پھر رہا ہے۔ کوئی محل سرخ یاقوت سے بنا ہوا ہے، کوئی سونے چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا ہے۔ ایک محل کے اوپر سائن بورڈ لگا ہوا ہے "زبیدہ خاتون"۔ ہارون الرشید بہت خوش ہوا کہ میری بیوی کا محل ہے۔ چنانچہ میں اندر جا کر دیکھتا ہوں کہ یہ کیسا ہے۔ جب وہ دروازے پر پہنچا تو وہاں سیکورٹی کا ایک بندہ تھا۔ اس نے کہا:

Sir! Prove your identity.

"جناب! اپنی شناخت کروایئے کہ "کون ہیں؟"۔

ہارون الرشید نے کہا: میں اس کا خاوند ہوں۔ اس نے کہا: اس دنیا کا دستور یہ ہے کہ جس کا نام ہوتا ہے اسی کو اجازت ہوتی ہے، کوئی دوسرا نہیں جا سکتا، چل پیچھے ہٹ۔ اس نے جب پیچھے دھکیلا تو اس کی آنکھ کھل گئی۔

کہنے لگا: اوہو! بہلول نے سچ کہا تھا۔ زبیدہ نے تو اس پر یقین کر لیا اور دعا کروالی، وہ تو کوئی قبولیت کا وقت تھا اور اللہ نے دعا قبول کر لی۔ اور میں تو وہ موقع ضائع کر چکا ہوں۔ چنانچہ اب وہ بڑا پریشان ہوا۔ سارا دن ڈپریشن کی حالت میں گزرا۔ کام میں جی نہیں لگتا تھا۔

بالآخر اس کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ اگر آج مجھے بہلول ملا تو آج میں اس سے ایک مکان کی ڈیل کر لوں گا۔ چنانچہ وہ وقت سے پہلے ہی بیوی کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔

دیں گے تو اس سے کہہ دیں کہ ہمارا مالک اللہ ہے۔

مسلمان لوہے کے چنے ہیں:

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک عجیب بات بتلاتے ہیں۔ سبحان اللہ! آیت کو پڑھتے ہیں تو مزہ آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ

''آج کے دن یہ کفار تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں۔''

یہ مٹانا چاہتے تھے نا، اب ان کو مایوسی ہو گئی ہے کہ ہم تو مٹ سکتے ہیں لیکن یہ دین نہیں مٹ سکتا۔ اگر اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کریں تو کیا بنے گا؟

''آج کے دن ان کافروں کو یقین ہو گیا کہ یہ مسلمان لوہے کے چنے ہیں ان کو چبانا آسان کام نہیں ہے۔''

آگے فرمایا:

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ

''ان بدبختوں سے مت ڈرنا، ایک مجھ سے ڈرنا۔''

یہ ہے ایمان۔ اگر ہم اس ایمان کو اپنے دل میں بٹھالیں گے تو ان شاء اللہ! اللہ رب العزت کی طرف سے دنیا میں بھی مدد ملے گی اور آخرت میں بھی سرخروئی نصیب ہوگی۔

امت کے مددگار بدری فرشتے:

علما نے لکھا ہے کہ جو فرشتے بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد کے لیے اترے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو واپس نہیں بلایا، دنیا میں ہی رکھا، کہ قیامت تک جب بھی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو مدد کی ضرورت پڑے گی تو تم ان کی مدد کے لیے وہیں

موجود رہا۔ چنانچہ وہ آسمانی بیڑا ابھی تک موجود ہے۔ ایمان والوں کو کوئی میلی آنکھ سے دیکھے تو سہی، پھر دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ اس کا حشر کیا کرتے ہیں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم صحیح معنوں میں مومن بن جائیں۔ اگر ہمارے پاس فقط صورتِ یمان ہوگی تو ہم جوتے کھائیں گے اور اگر حقیقتِ ایمان ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان کافروں کو جوتے لگائیں گے۔ اس لیے ایمان بنانے کی ضروت ہے۔

عنقاء الرحمٰن:

اگر ایمان تھوڑا سا بھی ہوگا تو قیامت کے دن بندوں کو جنت میں پہنچانے کا سبب بن جائے گا۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ

''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔''

وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ اِيْمَانٍ

''وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی ایمان ہوگا۔''

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

انا اول الناس تنشق الارض عن جمجمتی یوم القیامۃ و لا فخر، اعطی لواء الحمد ولا فخر، و انا سید الناس یوم القیامۃ ولا فخر، و انا اول من یدخل الجنۃ ولا فخر، و انا اتی باب الجنۃ فاخذ بحلقتها، فیقولون من ھذا؟ فاقول: انا محمد ﷺ فیفتحون لی۔ فاجد الجبار۔ تبارک و تعالیٰ مستقبلی فاسجد له فیقول

ارفع راسك يا محمدا ، و قل يسمع منك و قل يقبل منك واشفع تشفع ، فارفع رأسى فاقول :امتى امتى۔ يا رب فيقول: اذهب الىٰ امتك فمن وجدت فى قلبه مثقال حبة من شعير من الايمان فادخلْهُ الجنة فاقبل فمن وجدت فى قلبه ذلك فادخله الجنة ،فاذا الجبار مستقبلى فاسجد له فيقول :ارفع رأسك يا محمد و تكلم يسمع منك و اشفع تشفع ۔ فارفع رأسى فاقول: امتى امتى اى رب، فيقول :اذهب الى امتك فمن وجدت فى قلبه نصف حبة من شعير من الايمان فادخلهم الجنة ، فاذهب فمن وجدت فى قلبه مثقال ذلك ادخلتُهم الجنة و فرغ الله من حساب الناس ، ادخل من بقى من امتى النار مع اهل النار ۔ فيقول اهل النار :ما اغنى عنكم انكم كنتم تعبدون الله لا تشركون به شيئا ۔ فيقول الجبار :فبعزتى لاعتقنهم من النار فيرسل اليهم فيخرجون من النار قد امتحشوا فيدخلون الجنة فى نهر الحياة فينبتون فيه كما تنبت الحبة فى غثاء السيل ، و يكتب بين اعينهم هؤلاء عتقاء الله فيذهب بهم فيدخلون الجنة فيقول لهم اهل الجنة هؤلاء الجهنميون۔ فيقول الجبار بل هؤ لا عتقاء الجبار عز و جلّ

''میں قیامت کے دن سب سے پہلے اپنی قبر سے اٹھوں گا ، مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ۔ مجھے لِواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ملے گا ، مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ۔ میں قیامت کے دن انسانوں کا سردار ہوں گا ، مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ۔ میں جنت کے دروازے پ

آؤں گا اور جنت کے دروازے کی مٹھی پر ہاتھ رکھوں گا، فرشتے پوچھیں گے: یہ کون ہے؟ میں کہوں گا: میں محمد ﷺ ہوں۔ وہ میرے لیے دروازہ کھول دیں گے۔ (جنت کا دروازہ کھلتے ہی) میں اپنے سامنے اللہ رب العزت کو پاؤں گا۔ (یعنی دیدار نصیب ہوگا)۔ میں اللہ کے سامنے سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: اے میرے محبوب ﷺ! اپنا سر اٹھایئے، آپ کہیے، آپ کی بات سنی جائے گی، آپ جو کہیں گے قبول کیا جائے گا اور جس کی شفاعت کریں گے اس کی شفاعت کو قبول کرلیا جائے گا۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا: اے میرے اللہ! میری امت! میری امت! اللہ فرمائیں گے: آپ جائیں اپنی امت کی طرف، جس کے دل میں آپ کو جو کے دانے کے برابر ایمان نظر آئے اس کو بھی جنت میں لے آیئے (اللہ اکبر کبیرا)۔ میں جاؤں گا اور جس کے دل میں بھی جو کے دانے کے برابر ایمان پاؤں گا، اس کو جنت میں داخل کردوں گا۔ اللہ رب العزت، جبار میرے سامنے ہوں گے (یعنی اس وقت دیدار پُر انوار ہو رہا ہوگا) میں دوبارہ سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے! آپ کی بات سنی جائے گی، آپ جو شفاعت کریں گے قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا، میں کہوں گا: اے اللہ! میری امت! میری امت! اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: آپ جایئے اپنی امت کی طرف، جس کے دل میں آدھے جو کے برابر بھی ایمان نظر آئے اس کو بھی جنت میں داخل کرلیں۔ (رعایت ہو جائے گی)۔ میں جاؤں گا اور جس کے دل میں آدھے جو کے برابر ایمان نظر آئے گا اس کو بھی جنت میں داخل کردوں گا۔ (جب پھر آؤں گا تو) اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوگا۔ میں تیسری دفعہ اللہ رب العزت کے حضور سجدہ کروں گا۔ اللہ رب العزت ارشاد فرمائیں گے: اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھایئے۔ آپ کہیے، آپ کی بات سنی جائے گی۔ آپ کہیے، آپ کی

بات قبول کی جائے گی۔ آپ شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔ میں کہوں گا: میری امت! میری امت! اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: آپ اپنی امت کی طرف جایئے، اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان پائیں گے اس کو جنت میں داخل کر دیجیے۔ (اللہ اکبر کبیرا)۔ میں جاؤں گا اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان پاؤں گا اس کو جنت میں داخل کر دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائیں گے اور جو کوئی میری امت میں سے باقی رہ جائے گا (جن کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا) وہ بھی جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، جیسے کافر، مشرک اور منافق ڈالے جائیں گے۔ جب میری امت کے یہ لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے ان کو اس حال میں رکھیں گے اور جب اپنی رحمت فرمانا چاہیں گے تو جہنمیوں کی جو آگ کی دیواریں ان کو الگ کریں گی، اللہ تعالیٰ ان کو شیشہ بنا دیں گے۔ اس شیشے سے کافر انہیں دیکھیں گے۔ جب وہ کافر ان کو دیکھیں گے تو وہ جہنمی ان کو کہیں گے: تم تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے تھے، اللہ کی عبادت کرتے تھے، تمہاری عبادت بھی تمہارے کام نہ آئی؟ (جب کافر یہ طعنہ دیں گے تو) اللہ رب العزت فرمائیں گے: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں رائی کے دانے سے بھی کم ایمان رکھنے والے ان بندوں کو جہنم سے نکال لوں گا۔ پس ان کی طرف فرشتوں کو بھیجا جائے گا اور ان جہنمیوں کو نکالا جائے گا۔ ان کے جسم جل کر کوئلے کی مانند ہو چکے ہوں گے۔ پھر ان کو جنت کے اندر ''نہرِ حیات'' کے پانی میں داخل کیا جائے گا۔ جیسے طوفان کی جھاگ کے اندر دانے سے پودا نکل آتا ہے اسی طرح جب ان کو اس پانی میں ڈالیں گے تو یہ اندر سے بالکل صحت مند اور خوب صورت انسان بن کر نکل آئیں گے۔ اور ان کی آنکھوں کے درمیان (یعنی ماتھے کے

اوپر مہر لگا دی جائے گی) لکھا جائے گا کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ یہ جائیں گے اور جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ (اب جب جنت میں رہیں گے تو جنتی ان کے ماتھے پر مہر اور ٹھپہ لگا ہوا دیکھیں گے تو ان سے مذاق کریں گے کہ ہم تو نمبروں سے پاس ہو کر آئے ہیں اور تم رعایتی پاس ہو)۔ چنانچہ جنتی ان سے کہیں گے: یہ تو جہنمی تھے (اللہ نے اپنی رحمت سے ان کو جنت میں بھیج دیا)۔ اس وقت اللہ رب العزت فرمائیں گے: یہ اللہ عزوجل کے آزاد کردہ ہیں۔''

اللہ رب العزت نے اتنے تھوڑے سے ایمان کی وجہ سے ان کو بھی بالآخر جنت عطا فرما دی۔ اگر اتنا تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا تو وہ بھی کبھی نہ کبھی جنت میں جانے کا سبب بن جائے گا۔

ایمان کی سلامتی کی دعا کرتے رہیں:

اس لیے ایمان کے بارے میں ہر وقت خوف زدہ رہنا چاہیے۔ کیونکہ شیطان موت کے وقت پورا زور لگاتا ہے کہ بندے کو ایمان سے محروم کردے۔

...... بدنظری سے ایمان سے محروم

...... دین کے خلاف بات کرنے سے موت کے وقت ایمان سے محروم

...... علما اور سنت کا استخفاف کرنے پر موت کے وقت ایمان سے محروم

اس لیے محتاط زندگی گزاریے۔ اپنے ایمان کو اللہ کے ذکر سے بڑھاتے رہیے اور یہ دعا مانگتے رہیے: اے اللہ! موت کے وقت ہمیں ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے رخصت فرما دینا۔ اللہ ہی اگر چاہے گا تو ہم ایمان کے ساتھ یہاں سے جائیں گے۔

ہمارا حال تو اس بچی کی طرح ہے جو بارش کے موسم میں اپنے باپ کے ساتھ جارہی تھی۔ پھسلنے کی جگہ سے گزرنے لگے تو باپ نے کہا: بیٹی! میرا ہاتھ پکڑ لو۔ بچی نے

جواب دیا: ابو! اگر میں ہاتھ پکڑ بھی لوں گی تو جلدی چھوڑ بیٹھوں گی، آپ میرا ہاتھ پکڑ لیں، مجھے یقین ہے کہ آپ میرا ہاتھ نہیں چھوڑیں گے۔ اگر ہم اللہ کی رحمت کا ہاتھ پکڑ بھی لیں گے تو ہاتھ چھوڑ بیٹھیں گے، اے اللہ! آپ اپنی رحمت سے ہمارا ہاتھ پکڑ لیجیے، ہمیں یقین ہے کہ آپ جس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں، اس کا ایمان دنیا سے سلامت چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے اور جن کو ایمان کی دولت نصیب نہیں ہوئی، اللہ رب العزت ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی زیدمجدہ

کے خطبات سے استفادہ کے ترتیب دی گئی جدید کتب

مغفرت کی شرطیں

صفحات: 256

مہلک روحانی امراض

صفحات: 260

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی زید مجدہ
کے خطبات سے استفادہ کے ترتیب دی گئی جدید کتب
علم نافع
صفحات: 80
ایمان کی اہمیت
صفحات: 96
گناہ سے کیسے بچیں؟
صفحات: 380